اتحاف المسلم

عربی + اردو

مع شرح مراۃ المناجیح

از: محمد محمود نقشبندی تونسوی عفی عنہ
مدرس جامعۃ المدینہ تونسہ شریف
03377649550

کتاب الایمان

حدیث غار:

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللَّهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ، عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا، قَالَتْ: لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی جا رہے تھے کہ غار میں پناہ لینے کے لیے داخل ہوئے، پہاڑ سے ایک پتھر لڑھک کر غار ست ان کے نکلنے کا راستہ بند کر دیا، انہوں نے نے کہا کہ آپ اس پتھر سے بچ نہیں سکتے مگر یوں کہ اپنے کسی نیک کام کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور میں ان سے پہلے اپنے گھر کے کسی فرد کو دودھ نہیں پلاتا تھا ایک دن مجھے کسی کام کے باعث زیادہ دیر ہو گئی اور وہ سو گئے، میں نے ان کے لیے دودھ دوہا تو وہ سوئے ہوئے، مجھے یہ بات ہر گز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے بال بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاؤں، اس لیے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جاگے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا کھل گیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی۔ جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی، میں نے اس کے ساتھ برا کام کرنا چاہا، لیکن اس نے نہ مانا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ

فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرِ، وَالْغَنَمِ، وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ: يَاعَبْدَ اللَّهِ، لَا تَسْتَهْزِئُ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ، فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، فَخَرَجُوا يَمْشُونَ"

وفی روایة أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُونَ إِذْ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِنَّهُ وَاللَّهِ يَا هَؤُلَاءِ لَا يُنْجِيكُمْ إِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ فِيهِ، فَقَالَ: وَاحِدٌ مِنْهُمْ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي أَجِيرٌ عَمِلَ لِي عَلَى فَرَقٍ مِنْ أَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهُ، وَأَنِّي عَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ فَصَارَ مِنْ أَمْرِهِ أَنِّي اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَأَنَّهُ أَتَانِي يَطْلُبُ أَجْرَهُ، فَقُلْتُ لَهُ: اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا،

میرے پاس آئی میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھے سے برا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تمہارے لیے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مہر کو تم حق کے بغیر توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی، لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جا سکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی، مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دیدے، میں نے کہا یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا، چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ تم سے اگلے لوگوں میں سے تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ بارش آ گئی وہ

فَقَالَ لِي: إِنَّمَا لِي عِنْدَكَ فَرَقٌ مِنْ أَرُزٍّ، فَقُلْتُ لَهُ: اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا مِنْ ذَلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ،

ایک غار میں داخل ہو گئے، سوء اتفاق کہ غار کا منہ ایک پتھر سے بند ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے، تمہیں اب سچائی کے سوا کوئی چیز نہیں بچا سکتی، تم میں سے ہر آدمی اس کام کو بیان کرکے دعا کرے جس میں وہ خود کو سچا سمجھتا ہے، پس ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے تین صاع چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا، وہ اپنے چاول میرے پاس چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کے چاول بو دیے، ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے کئی گائے خرید لیں، پھر وہ اپنی مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا، یہ گائیں تیری ہیں، انہیں لے جا،، وہ کہنے لگا میں تو صرف تین صاع چاول لینے تھے، میں نے اسے سے کہا کہ یہ گائیں اسی تین صاع چاولوں سے خریدی ہوئی ہیں پس وہ انہیں ہانک کر لیے گیا، اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے محض تیرے خوف سے کیا تھا تو ہمارا غم دور فرما دے، پس وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ حدیث کو پہلی حدیث کے قریب ذکر کیا گیا، روایت کیا سے بخاری اور مسلم۔

اس امت کی مدد کمزور لوگوں کی وجہ سے کی جاتی ہے:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا يَنْصُرُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا، بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ»

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ انہیں خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر فضیلت و برتری حاصل ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا“ :اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اس کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، صلاۃ اور اخلاص کی بدولت فرماتا ہے”۳

شرح

۱؎ آپ مصعب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں،تابعی ہیں،اپنے والد اور حضرت علی،ابن عمر،طلحہ سے ملاقات ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم،۱۰۳ھ ایک سو تین میں وفات ہوئی۔(اشعہ،مرقات)

۲؎ حضرت سعد ابن ابی وقاص مالدار بھی تھے اور بڑے سخی بہادر بھی،ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضور انور نے یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے آپ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر مگر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لیے یہ ارشاد ہوا۔

۳؎ یعنی اے سعد تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت و قوت سے مگر دولت،قوت،فتح فقراء کی برکت سے وہ تم حضرات کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہیں اس سے توسل ثابت ہوا۔یہاں مرقات میں فرمایا کہ فقراء مسلمین بندوں کے لیے قطب اور اوطار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے،ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں،غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہ لوگ ہیں۔(مراۃ۔مرقات)

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

عربی	اردو
عن عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يقول " إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ ، و في رواية : إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ."	روایت ہے عمر ابن خطاب سے ۱؎ فرماتے ہیں(راضی ہو اللہ ان پر)فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال نیّت سے ہیں اور ایک روایت میں ہے: اعمال نیّتوں سے ہیں ۲؎ ہر شخص کے لئے وُہ ہی ہے جو نیّت کرے(3) بس جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اُس کی ہجرت اللہ ورسول ہی کی طرف ہوگی(4) اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو(5) اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کے لئے کی۔

شرح: ۱؎ آپ کا نام شریف عمر ابن خطاب ابن نفیل ہے،کنیت ابو حفص،لقب فاروق اعظم،خطاب امیر المؤمنین۔آپ قرشی عدوی ہیں،کعب ابن لوی میں حضور سے مل جاتے ہیں،آپ کے فضائل بے حد و بشمار ہیں۔جلیل القدر صحابی،قدیم الاسلام مؤمن ہیں،آپ کے ایمان سے مسلمانوں کا چالیس کا عدد پورا ہوا،آپ کے ایمان لانے پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی اور یہ آیت اُتری: "یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ

حَسْبُکَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ " ابو بکر صدیق کے بعد ۱۳ھ میں آپ کی بیعت کی گئی،آپ کے زمانہ میں اسلام بہت پھیلا،بہت ممالک فتح ہوئے،قرآن کریم کی بہت سی آیتیں آپ کی رائے کے مطابق اتریں،دس سال چھ مہینے خلافت کی تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی،۲۶ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن مسجد نبوی محراب النبی میں مصلاء مصطفٰی پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کیئے گئے،مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابو لؤلؤ نے خنجر کا وار کیا،آپ کی شہادت پر در و دیوار سے اسلام کے رونے کی آواز آتی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہوگئے،حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی،گنبد خضری میں پہلوئے مصطفٰے میں دفن ہوئے،آپ کی روایتیں پانچ سو سینتیس ۵۳۷ ہیں۔رضی اللہ تعالٰی عنہ

۲؎ نیت ارادۂ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی،یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کا ارادہ،یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے،جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے،اس صورت میں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے،کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں،خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے نماز،روزہ وغیرہ یا عبادات غیر مقصودہ جیسے وضو،غسل،کپڑا،جگہ،بدن کا پاک کرنا وغیرہ کہ ان پر ثواب اخلاص سے ہی ملے گا۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص اور نیتِ خیر ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں،اور اس کی برکت سے کفر شکر بن جاتا ہے،اور گناہ و معصیت اطاعت۔حضرت ابوامیہ ضمیری نے ایک موقعہ پر کفریہ الفاظ بول لیئے،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات غار ثور میں ایک قسم کی خودکشی کرلی،سیدنا علی المرتضی نے خندق میں عمدًا نماز عصر چھوڑدی،مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں،اس لیئے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث بنے۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر

ہرچہ گیرد علّتی علّت شود کفر گیرد ملّتی ملّت شود

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں نیت پہلے معنی میں ہے،یعنی ارادۂ فعل ان کے نزدیک جو بغیر ارادہ وضو اعضاء دھولے تو اس سے وضو نہ ہوگا جیسے بلا ارادہ نماز نہیں ہوتی مگر یہ تفسیر مقصد حدیث کے خلاف ہے اور پھر حدیث کا عموم باقی نہیں رہتا کیونکہ آگے ہجرت کا ذکر ہے۔جو دنیوی غرض سے ہجرت کرے شرعًا مہاجر ہوگا اگرچہ ثواب نہ ہوگا۔نیز جو بغیر ارادہ جواز نماز،گندا کپڑا،گندا جسم،گندی زمین دھو ڈالے تو ان کے ہاں بھی یہ چیزیں پاک ہوجاتی ہیں،اور نماز اس سے جائز ہوتی ہے یہ معنی ان کے بھی خلاف ہیں۔خیال رہے کہ ارکان اسلام یعنی کلمہ،نماز،روزہ،حج،زکوۃ میں نیت یعنی ارادہ فعل فرض ہے،باقی جہاد،ہجرت وضوء وغیرہ میں یہ نیت فرض نہیں۔ہاں اخلاص کے بغیر ان میں ثواب نہ ملے گا۔لہٰذا احناف کے معنی نہایت صحیح ہیں اور حدیث نہایت جامع۔نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت حسنہ ہے کیونکہ حضور نے کل ۳۰ ہزار نمازیں پڑھیں ہیں مگر کبھی زبان سے نیت نہ کی،بعض علماء نے نماز کو حج پر قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے احرام کے وقت زبان سے حج کی نیت کی جاتی ہے ایسے ہی نماز میں کرنی چاہیئے مگر یہ صحیح نہیں۔دیکھو مرقات۔

(3) ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا۔شریعت میں رب کو راضی کرنے کے لیئے وطن چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔ہجرت بوقت ضرورت اعلٰی درجہ کی عبادت ہے،اسلامی سنہ حضور کی ہجرت کی یادگار ہے۔

(4) یعنی جو ہجرت میں اللہ اور رسول کی خوشنودی کی نیت کرے،اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول کی طرف ہی ہوگی لہٰذا حدیث میں دور نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں رضاءِ رب کے ساتھ حضور کی رضا کی نیت شرک نہیں بلکہ عبادت کو کامل کرتی ہے۔دیکھو ہجرت عبادت ہے، مگر فرمایا گیا: "اِلَی اللہِ ورسولہ"۔یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ جاتے تھے،جہاں حضور تشریف فرما تھے،وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا۔یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضور ہی کے دم کی بہار ہے،ان کے بغیر اجڑا دیار ہے۔دیکھو مکہ معظّمہ میں رہنا عبادت ہے، مگر جب حضور وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے تو اگرچہ وہاں کعبہ وغیرہ سب کچھ رہا مگر وہاں رہنا گناہ قرار پایا،وہاں سے ہجرت ضروری ہوگئی،پھر جب وہاں حضور کی تجلی ہوگئی،پھر وہاں رہنا عبادت قرار پایا۔

5 انصارِ مدینہ نے مہاجرین کی ایسی دائمی شاندار مہمانی کی کہ سبحان اللہ !انہیں اپنے گھروں، باغوں،زمینوں میں برابر کا حصہ دار بنالیا،حتی کہ اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی،اندیشہ تھا کہ کوئی زمین، مکان یا عورت کی لالچ میں ہجرت کرے اسی لیئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔اس مضمون سے معلوم ہوا کہ یہاں اَلنِّیَّات میں نیت بمعنی ارادہ فعل نہیں ہے بلکہ بمعنی اخلاص ہے۔ریاکار مہاجر بھی مہاجر کہلائے گا مگر ثواب نہ پائے گا جیسا کہ ہِجْرَتُہٗ سے معلوم ہو رہا ہے۔(ماخوذ از مراۃ المناجیح)

کعبہ پر چڑھائی کرنے والوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا:

عربی	اردو
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ."	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک لشکر کعبہ معظّمہ پر حملہ کرے گا تو جب میدانی زمین میں ہوں گے تو ان کے اگلے پچھلے سب کو دھنسا دیا جائے گا۱ میں نے عرض کی یارسول اللہ ان کے اگلے پچھلوں کو کیسے دھنسایا جائے گا ان میں سودا گر بھی ہوں گے اور وہ بھی جو اس لشکر سے نہیں۲ فرمایا کہ دھنسایا تو سارے اگلے پچھلوں کو جائے گا پھر اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے ۳(مسلم،بخاری)

شرح

۱ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا کہ ایک بڑا لشکر بربادی خانہ کعبہ کے لیے مکہ معظّمہ پر حملہ کرے گا اور دھنسایا جائے گا۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ہوچکا مہدی موعود شاہ سفیان شاہ مصر کے زمانہ میں مگر حق پہلی بات ہے۔

۲؎ اسواق یا تو سوقہ کی جمع ہے بمعنے رعایا اور کام کاج والے یا سوق کی جمع ہے، بمعنی بازار میں رہنے والے سودا گر۔ سوال کا منشاء یہ ہے کہ مجرم تو ان میں سے بعض ہیں سزا ملی سب کو کیونکہ اس لشکر میں تجارتی کاروبار کرنے والے سپاہیوں کے خدمتگار اور کھانا وغیرہ پکانے والے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو جبرًا لائے گئے ان کی نیت حملے کی نہ تھی۔

۳؎ یعنی چونکہ ان لوگوں نے بھی اس لشکر کی تعداد بڑھائی ان کی اس جرم پر امداد کی اور مجرموں کے ساتھ رہے اس لیے یہ بھی سزا کے مستحق ہوگئے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"۔ معلوم ہوا کہ بروں کی امداد کرنا بھی برا، ہاں پھر قیامت میں یہ فرق ہو جائے گا کہ ان میں سے مؤمن مؤمنوں کے زمرے میں اٹھیں گے اور کافر کافروں کے ساتھ۔

عذر کی وجہ سے اگر کوئی جہاد وغیرہ سے رہ جائے تو اس کو ثواب ملے گا:

"عن انس بن مالک رضی الله عنه قال رجعنا من غزوة تبوک مع النبی ﷺ فقال: إِنَّ أَقْوَامًا بِالْمَدِينَةِ خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا، وَلَا وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ".	انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کچھ لوگ مدینہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں لیکن ہم کسی بھی گھاٹی یا وادی میں جہاد کے لیے چلے وہ ثواب میں ہمارے ساتھ تھے کہ وہ صرف عذر کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔

اللہ تعالی فقط تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " «إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ» ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی تمہاری صرف صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا ۱؎ لیکن وہ تمہارے دلوں تمہارے عملوں کو بھی دیکھتا ہے ۲؎ (مسلم)

شرح

۱یعنی تمہاری اچھی صورتیں جب سیرت سے خالی ہوں ظاہر باطن سے خالی ہوں، مال خیرات وصدقات سے خالی ہوں تو رب تعالٰی اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھتا۔اے مسلمانوں صورت بھی اچھی بناؤ سیرت بھی اچھی لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں اعمال اچھے کر و اور صورت بھگوان داس کی سی بناؤ، یا مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی فقط صورت نہیں دیکھتا سیرت بھی دیکھتا ہے۔
۲اس حدیث میں دیکھنے سے مراد کرم و محبت سے دیکھنا ہے، مطلب وہ ہی ہے کہ تمہارے دلوں عملوں کو بھی دیکھتا ہے۔خیال رہے کہ کوئی شریف آدمی گندے برتن میں اچھا کھانا نہیں کھاتا، رب تعالٰی صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا من تشبہ بقوم فھو منھم۔

نیکی کا ارادہ کرنے سے ایک نیکی مل جاتی ہے اور گناہ کا ارادہ سے کچھ نہیں ملتا:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الحسناتِ والسيّئاتِ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ له عندهُ حَسَنَة كَامِلَة فَإِن هم بعملها كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بسيئة فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِن هُوَ هم بعملها كتبهَا الله لَهُ سَيِّئَة وَاحِدَة"	روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمادیئے ہیں۱ تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے۲ پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے۳ اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں اس کے لیے بھی اللہ تعالٰی ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے۴ پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالٰی ایک گناہ لکھتا ہے۵(مسلم،بخاری)

شرح

۱اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرمادیئے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے۔خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہو اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہے لہٰذا ممنوعہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان فدا کردینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہوجاتی ہے اور ادا گناہ۔
۲معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے مگر ثواب اور چیز ہے اداء فرض اور چیز لہٰذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا۔

۳۔ یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا، کسی کو سات سو گنا، کسی کو اس سے بھی زیادہ، عامل کی نیت عمل کے موقع و عمل سے ہے اکیلے نماز کا اور ثواب ہے باجماعت نماز کا کچھ اور۔

۴۔ خیال رہے کہ خیال گناہ اور ہے اور گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور پختہ ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے۔ یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے، ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے مگر موقعہ نہ پائے وہ بھی گنہگار ہو گیا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ خیال گناہ، گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

۵۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں گناہ میں قصد و ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَقُولُ اللَّهُ: إِذَا أَرَادَ عَبْدِي أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ حَتَّى يَعْمَلَهَا، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا بِمِثْلِهَا، وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِي، فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا، فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ."

و فی روایة لمسلم قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ، وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ ".

وفی اخری قال عن محمد رسول الله ﷺ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً، فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ حَسَنَةً مَا لَمْ يَعْمَلْ، فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً، فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا، فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا ،وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً، إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّايَ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو یہاں تک کہ اسے کر نہ لے۔ جب اس کو کرلے پھر اسے اس کے برابر لکھو اور اگر اس برائی کو میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنی چاہے تو اس کے لیے ارادہ ہی پر ایک نیکی اس کے لیے لکھو، اگر اس نے وہ نیکی (والا کام) کرلیا تو اس کے لیے دس گنا سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھو۔

اور امام مسلم کی روایۃ میں یوں ہے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” :جو شخص قصد کرے نیکی کا اور نہ کرے اس کو تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جو شخص قصد کرے نیکی کا اور کرے اس کو، تو اس کیلئے دس سے سات سو نیکیوں تک لکھی جاتی ہیں۔ اور جو شخص قصد کرے برائی کا پھر نہ کرے اس کو تو وہ نہیں لکھی جاتی اور اگر کرے تو لکھی جاتی ہے۔

اور دوسری روایت میں کہا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جب میرا بندہ دل میں نیت کرتا ہے نیک کام کرنے کی تو میں اس کیلئے ایک نیکی لکھ لیتا ہوں جب تک اس نے وہ نیکی کی نہیں۔ پھر اگر کیا اس کو تو میں اس کے لیے دس نیکیاں) ایک کے بدلے (لکھتا ہوں اور جب دل میں نیت کرتا ہے برائی کرنے کی تو میں اس کو بخش دیتا ہوں جب تک کہ وہ برائی نہ کرے، جب کرے تو ایک ہی برائی لکھتا ہوں۔“ اگر وہ برائی کرے تو ایک برائی ویسی ہی لکھ لو۔ اور اگر نہ کرے) اور باز آئے اس ارادے سے (تو اس کے لیے ایک نیکی لکھو کیوں کہ اس نے چھوڑ دیا برائی کو میرے ڈر سے۔“

بے خبری سے اگر بیٹے کو صدقہ دیا تو اس کو ثواب مل جائے گا:

عن معن بن يزيد رضى الله عنهما قال :كَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ."	میرے والد یزید نے کچھ دینار خیرات کی نیت سے نکالے اور ان کو انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ میں گیا اور میں نے ان کو اس سے لے لیا۔ پھر جب میں انہیں لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میرا ارادہ تجھے دینے کا نہیں تھا۔ یہی مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ دیکھو یزید جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں مل گیا اور معن! جو تو نے لے لیا وہ اب تیرا ہو گیا۔

چور، زانیہ، اور غنی کو بے خبری سے صدقہ دینے سے نیت حسنہ کی وجہ سے ثواب ملے گا:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تصدق عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِي زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَة فخرج بِصَدَقَتِهِ فوضعها فِي يَدِي غَنِيٍ فَأَصْبَحُوا يتحدثون تصدق عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِق وعَلى زَانِيَة وعَلى غَنِي فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقَ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفظه للْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی بولا میں خیرات کروں گا۱ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا۲ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے چور پر صدقہ ۳ اب پھر صدقہ کروں گا وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۴ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا۵ وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے کیا زانیہ کو خیرات میں اور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا۶ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا۷ وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہی ہے کیا چور پر زاینہ پر اور غنی پر ۸ اسے جواب میں کہا گیا کہ الٰہی تیری رحمت خیرات چور پر تو شاید وہ چور چوری سے باز رہے لیکن زاینہ تو شاید وہ زنا سے باز رہے لیکن غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ کے دیئے میں سے کچھ خیرات کرے ۹ (مسلم، بخاری) لفظ بخاری کے ہیں۔

شرح

۱؎ یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا۔ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو۔ ممکن ہے اس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔
۲؎ یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی،اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں،اس کا لوگوں میں چرچا ہوگیا۔مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو اور ہوسکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو،غرضکہ اس کا چرچا ہوگیا۔
۳؎ یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔
۴؎ یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اس کی جگہ اور صدقہ دوں گا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لیے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اس لیے ایک فاسِقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔
۵؎ اس چرچا کی وجہ ابھی بیان کردی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہوگیا۔
۶؎ اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی جیسا کہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے،لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی۔موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔
۷؎ ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں،یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا۔
۸؎ یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے،تین دفعہ خیرات کرچکا ہر بار بیکار ہی گئی۔
۹؎ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا،چور اور زانیہ کے لیے توگناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لیے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوۃ غیر مصرف پر خرچ کردی جائے مثلًا کسی کو فقیر سمجھ کر زکوۃ دی پھر پتہ لگا وہ غنی ہے توزکوۃ ادا ہوجائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں،طرفین کا یہی قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام آئمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے،ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ

مال حلال ہے یا نہیں۔ قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لیے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لیے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔ (مراۃ، فتح القدیر و مرقات)

الترهيب من الرياء

ریا سے ڈرانے کے بارے میں

عن ابي هريرة رضى الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول :: «إِن أول النَّاس يقْضى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أَمر بِهِ فسحب على وَجهه حَتَّى أُلقِي فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعلم ليقال عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ [72] نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ»

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا وہ شہید ہے۱ اسے لایا جائے گا تب رب اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا فرمائے گا کہ اس شکریہ میں کیا عمل کیا۲ عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا تاآنکہ شہید ہو گیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو اس لیے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جاوے وہ کہہ لیا گیا۳ پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کہ بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۴ اور وہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا وہ اقرار کرلے گا فرمائے گا تو نے شکریہ میں عمل کیا کیا عرض کرے گا علم سیکھا سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لیے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جاوے۵ اس لیے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جاوے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا اوندھے منہ کھینچا جاوے گا حتی کہ آگ میں پھینک دیا جاوے گا۶ اور وہ مرد جسے اللہ نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال بخشا اسے لایا جائے گا نعمتوں کا اقرار کرائے گا یہ کرلے گا فرمائے گا تو نے شکریہ میں کیا عرض کیا عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راہ نہ چھوڑا جہاں خرچ کرنا تجھے پیارا ہو مگر وہاں تیرے لیے خرچ کیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے یہ سخاوت اس لیے کی تھی کہ تجھے سخی کہا جاوے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۷ (مسلم)

شرح

۱۔ یہ اوّلیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلمًا قتل کا حساب ہوگا۔ عبادات میں نماز کا، معاملات میں قتل کا، ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔ شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

۲۔ یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی۔ معلوم ہوا کہ نیکیاں رب کے انعام کا شکریہ بھی ہیں۔

۳۔ یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہوگیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کردی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کیلئے۔ معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا۔ یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔ صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہاں میں واہ واہ ہورہی ہے۔ خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے۔ جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کے لئے چاہئے۔

۴۔ یعنی نہایت ذلت کے ساتھ، مرے ہوئے کتے کی طرح ٹانگ سے گھسیٹ کر کنارۂ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا۔ جہنم کی گہرائی آسمان و زمین کے فاصلہ سے کروڑوں گناہ زیادہ ہے اللہ کی پناہ۔

۵۔ تیری یہ ساری محنت خدمت دین کے لئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہوگئے، ہم سے کیا چاہتا ہے، اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے، بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کے لئے۔

۶۔ معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔

۷۔ اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں: ایک یہ کہ یہاں ریاکار شہید، عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لیئے کہ انہوں نے بہترین عمل کیئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہوگئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا، ریا کے حج و زکوۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریاکار وہ ہیں جو ریا ہی کے لئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں، بعض وہ ہیں کہ ریا کے لئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں معمولی، بعض وہ ہیں جو خلوت و جلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں، یہاں پہلی قسم کا ریاکار مراد ہے، دوسری دو قسم کے ریاکار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے فضل دوسری چیز ہے، رب فرماتا ہے: "فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ" لہٰذا یہ حدیث معافی کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے   فضل کرے تو بخشے جانویں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مؤمن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں، اللہ اسے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا، ذلت و رسوائی صرف کافروں کے لیئے ہوگی جیسا کہ آیت قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے عمل کیے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا۔ مکھیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔

جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا

وَعَنْ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " «مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ»	روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھادے گا[1] (مسلم)

شرح

[1] یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کے دکھلاوے سنانے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کی عمل سن کر اس پر پھٹکار ہی کریں گے اس کی شرح ابھی کچھ آگے آرہی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لیے اخباروں میں دیواروں پر لکھواتے ہیں، لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی، بعض لوگ شہرت کے لیے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چو طرفہ سے ان پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس حدیث کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے۔

الترغيب عن اتباع الكتاب والسنة

کتاب وسنت کی اتباع کی ترغیب کے بارے میں

وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْت عمر يقبل الْحجر وَيَقُول: وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقبلك مَا قبلتك	روایت ہے حضرت زبیر ابن عربی سے[1] فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت ابن عمر سے سنگ اسود چومنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے ہاتھ لگاتے اور چومتے دیکھا[2] (بخاری)

شرح

۱؎ زبیر ابن عربی تابعی بصری ہیں، حضرت ابن عمر سے سماع ثابت ہے ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔(اشعہ) اور زبیر ابن عدی کوفی ہیں، تابعی ہیں، انہوں نے حضرت انس ابن مالک سے سنا ہے۔(مرقات)

۲؎ کہ یہ چومنا جائز ہے یا ناجائز، اگر جائز ہے تو سنت بھی ہے یا نہیں، بعض جہلاء کو خیال ہوگیا تھا کہ یہ پتھر پرستی ہے، ان پر شیطانی توحید کا زور ہوگیا تھا اس لیے صحابہ کرام سے یہ سوالات ہوتے تھے اس طرح کہ کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ لگا کر چوما اور کبھی ہاتھ سے سنگ اسود چھوا اور ہاتھ شریف چوم لیا۔

الترهيب من ترك السنة وارتكاب البدع والاهواء

سنت کو چھوڑنے اور بدعت وخواہشات کا ارتکاب سے ڈرانے کے بارے میں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رد»	روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے ۱؎

شرح

۱؎ یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔خیال رہے کہ اَمر سے مراد دین اسلام ہے اور ما سے مراد عقائد، یعنی جو شخص اسلام میں خلافِ اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل۔لہذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر ۷۲ فرقے جن کے عقائد خلافِ اسلام ہیں باطل ہیں۔یا اَمر سے مراد دین ہے اور ما سے مراد اعمال ہیں اور لَیسَ مِنہُ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں جس سے سنّت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ و نماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھالیتا ہے۔ہماری اس تفسیر کی بناپر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔مرقاۃ نے فرمایا لَیسَ مِنہُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب وسنّت کے خلاف نہ ہو بُری نہیں۔(مراۃ المناجیح)

رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے آپ ﷺ کی چشمان مبارک سرخ ہوجاتیں

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ	وایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہوجاتیں اور

مُنْذِرُ جَيش يقولك: «صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ» وَيَقُولُ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ» . وَيَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى. ويقول«أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» ثُمَّ يَقُولُ: " أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ. مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ. وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ."

آواز شریف بلند ہو جاتی اور آپ کا غضب سخت ہو جاتا (ایسا معلوم ہوتا) کہ آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں فرماتے ہیں کہ صبح کو تم پر آن پڑے گا یا شام کو[1] اور فرماتے ہیں کہ میں اور قیامت اِن دو کی طرح بھیجا گیا ہوں اپنی کلمے اور بیچ کی انگلی کو ملاتے[2] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حمد و صلوۃ کے بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفٰے کا طریقہ ہے[3] اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے[4] پھر فرماتے ہر مؤمن کیجان پر تصرف میں سب سے زیادہ میں ہوں، جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض یا اہل و عیال کو چھوڑا وہ میرے ذمہ ہے،

شرح

[1] یعنی خطبہ کی نصائح کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے قلب شریف پر ہوتا تھا جس کی علامتیں آپ کی آواز اور آنکھوں سے نمودار ہوتی تھیں۔ تبلیغ وہی مؤثر ہوتی ہے جس کا اثر مبلغ کے دل میں ہو۔خیال رہے کہ یہاں غصہ سے مراد جلال الٰہی اور عظمت ربانی کی تجلیات کا آپ کے چہرے پر ظاہر ہونا ہے نہ کسی پر ناراض ہونا۔ لشکروں سے مراد حضرت ملک الموت کا لشکر ہے،یعنی موت قریب ہے تیاری کرو، صبح کے وقت شام کی امید نہ کرو اور شام کے وقت صبح کی۔

[2] یعنی جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ایسے ہی میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں میرا دین تا قیامت ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں بہت ہی قریب ہیں ایسے ہی قیامت اب بہت ہی قریب ہے دنیا کی عمر کا بہت حصہ گزر چکا تھوڑا باقی ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے پر ظاہر ہیں ایسے ہی قیامت مجھ پر ظاہر ہے،میں اس کے حالات اور اس کے آنے کی تاریخ سے خبردار ہوں۔

[3] یہ کلام حضور نے وعظ میں خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا اسی لیئے فرمایا اَمَّا بَعْدُ ! حدیث کے معنی مطلقًا بات اور کلام ہے،لہٰذا اس معنے سے قرآن بھی حدیث ہے اور لوگوں کے کلام بھی، مگر اصطلاح میں صرف حضور کے فرمان اور کام کو حدیث کہا جاتا ہے،یہاں لغوی معنے میں ہے۔اللہ کا کلام تمام کلاموں پر ایسا ہی بزرگ ہے جیسے خود پروردگار اپنی مخلوق پر۔ھدی کے معنے ہیں اچھی خصلت، حضور کی سیرت اچھی ہے کیونکہ رب کی طرف سے ہے،ہمارے کام اور کلام نفسانی اور شیطانی بھی ہوتے ہیں حضور کا ہر قول و فعل رحمانی ہے اسی لیئے حضور کے کسی فعل پر اعتراض کفر ہے کہ وہ رب پر اعتراض ہے،لوگوں نے آپ کے ایک نکاح پر اعتراض کیا تو رب نے فرمایا: "زَوَّجْنٰكَهَا" ہم نے تمہارا نکاح کرایا۔

(4) ،، مُحْدَثْ کے معنے ہیں جدید اور نوپید چیز،یہاں وہ عقائد یا برے اعمال مراد ہیں جو حضور کی وفات کے بعد دین میں پیدا کیے جائیں۔بدعت کے لغوی معنے ہیں نئی چیز،رب فرماتا ہے:"بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔اصطلاح میں اس کے تین معنے ہیں:(ا)نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں۔(۲)وہ نئے اعمال جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں اور حضور کے بعد ایجاد ہوں۔(۳)ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا۔پہلے دو معنے سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں،تیسرے معنی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری ہے،یہاں بدعت کے پہلے معنی مرادہ ہیں،یعنی برے عقیدے،کیونکہ حضور نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں،بے نماز گنہگار ہے گمراہ نہیں،اور رب کو جھوٹا یا حضور کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے،اور اگر دوسرے معنی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں،اور اگر تیسرے معنی مراد ہوں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے:بدعت حسنہ اور سیئہ۔یہاں بدعت سیئہ مراد ہے۔بدعت حسنہ کے لیئے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے۔"مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً"الحدیث،یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے،بدعت حسنہ کبھی جائز،کبھی واجب،کبھی فرض ہوتی ہے۔اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو،نیز شامی اور ہماری کتاب "جاء الحق" میں بھی ملاحظہ کرو۔بعض لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی،مگر یہ معنی بالکل فاسد ہیں،کیونکہ تمام دینی چیزیں،چھ کلمے،قرآن شریف کے ۳۰ پارے،علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب،شریعت وطریقت کے چار سلسلے،حنفی،شافعی،یا قادری،چشتی وغیرہ،زبان سے نماز کی نیت،ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ،اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ،زردے،ڈاک خانہ،ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہیے حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں

عن انس رضی الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ :مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِني»	جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں[1] (مسلم،بخاری)

شرح

1. یعنی جو کسی سنت کو برا جانے وہ اسلام سے خارج ہے یا جو بلا عذر ترک سنت کا عادی ہو جائے وہ میرے پرہیزگاروں کی جماعت سے خارج ہے۔لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔خیال رہے کہ نکاح اکثر سنت ہے کبھی فرض اور کبھی حرام بھی ہو جاتا ہے۔چنانچہ نامرد کو نکاح منع ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ہر سنت پر عمل کی کوشش کرنی چاہیئے۔

الترغيب فی البداءة بالخير ليستن به، والترهيب من البداءة بالشر خوفاأن يستن به

بھلائی کی ابتدا کرنے کی ترغیب کے بارے میں تاکہ اس کی پیروی کی جائے، اور برائی کی ابتدا کرنے سے ڈرانے کے بارے میں اس خوف سے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

وَعَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: «كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ، مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ} [النساء: 1] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ {إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا} [النساء: 1] ، وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْحَشْرِ {اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ} [الحشر: 18] تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ " وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ". قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ. حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ

روایت ہے حضرت جریر سے۱ فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک قوم آئی جو ننگی اور کمبل پوش تھی تلواریں گلے میں ڈالے تھے۲ ان میں عام بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے ان کا فاقہ دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا۳ لہٰذا اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان و تکبیر کہی پھر نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا۴ ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا آخر آیت رقیبًا تک۵ اور وہ آیت تلاوت فرمائی جو سورۂ حشر میں ہے اللہ سے ڈرو ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا۶ انسان اپنے دینار درہم اپنے کپڑے گندم وجو کے صاع میں سے خیرات کرے حتی کہ فرمایا کھجور کی کھانپ ہی سہی۷ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری تھیلی لائے جس کے وزن سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک ہی گیا۸ پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتی کہ میں نے کھانے کپڑے کے ڈھیر دیکھے۹ تاآنکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھا کہ چمک رہا ہے گویا سونے کی ڈلی ہے۱۰ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں۱۱ ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بد عملی کا گناہ ہے

مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ» ".	اور ان کی بد عملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں اس کے بغیر ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو ۱۲

شرح

ا آپ کا نام جریر ابن عبداللہ بجلی ہے، مشہور صحابی ہیں، نہایت حسین اور خوش اخلاق تھے، عمر فاروق آپ کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیتے تھے، حضور کی وفات کے سال اسلام لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ وفات شریف سے چالیس دن پہلے ایک زمانہ کوفہ میں رہے (مقام قرقیسیا میں) ۵۱ھ میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

۲ یعنی غربت کی وجہ سے ان کے پاس سوائے ایک کمبل کے تن ڈھکنے کو کوئی کپڑا نہ تھا اس کے باوجود غزوے اور جہاد کے شوقین تھے کہ تلواریں ہر ایک کے پاس تھیں۔

۳ یعنی ان کی فقیری سے خاطر اقدس کو بہت ملال پہنچا جس کے آثار چہرۂ انور پر نمودار ہوئے کیوں نہ ہو، بے نواؤں فقیروں کے غم خوار جو ہیں، ہم غریبوں پر وہ رنج نہ کریں تو کون کرے۔ شعر

من از بے نوائی نیم روئے زرد — غم بے نوایاں رُخم زرد کرد

یہ اس آیت کی تفسیر ہے "عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ"۔

۴ یہ وعظ لوگوں کو خیرات پر رغبت دینے کے لئے تھا، اس وقت دولت خانۂ اقدس میں کچھ ہو گا نہیں۔

۵ یہ آیت حسب موقعہ تلاوت فرمائی، یعنی سارے امیر و فقیر بھائی ہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ امیر کو چاہیئے کہ فقیر کی مدد کرے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ حضرت حوّا کے بیس بار میں چالیس بچے ہوئے بیس لڑکے بیس لڑکیاں۔

۶ یعنی قیامت کے لئے نیک اعمال خصوصًا صدقہ و خیرات کیا کرو۔

۷ کیونکہ رب تعالٰی کی بارگاہ میں خیرات کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ دینے والے کا اخلاص۔ اس سے معلوم ہوا کہ غریب آدمی اپنی ضروریات میں سے کچھ خیرات کرے تو ثواب کا مستحق ہے، بشرطیکہ بال بچوں اور اہل حقوق کا حق نہ مارے اور بعد میں خود بھی بھیک نہ مانگے۔

۸ یعنی تھیلی میں اتنا غلّہ تھا جو انصاری سے برداشت نہ ہو سکا اور زیادتی بوجھ کے سبب تھیلی ہاتھ سے گر گئی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جو یا گندم وغیرہ کا بڑا تھیلا ہو گا جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ بارگاہ نبوی میں اس وقت غلّے اور کپڑے کے ڈھیر لگے۔ بعض شارحین نے لکھا کہ وہ ہمیانی تھی جس میں درہم و دینار بھرے ہوئے تھے مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ یہ انصاری سب سے پہلے یہ خیرات لائے پھر ان کو دیکھ کر دوسرے حضرات اسی لیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وہ تعریف فرمائی جو آگے بیان ہو رہی ہے۔

۹؎ جوان فقراء پر تقسیم کے لئے جمع ہوگئے تھے۔ چونکہ ان مساکین کی پوری جماعت تھی اسی لئے اتنا صدقہ کیا گیا۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بوقت ضرورت چندہ کرنا جائز ہے۔دوسرے کہ مسجد میں دوسروں کے لیئے سوال جائز ہے۔جن احادیث میں مسجد میں مانگنے کی ممانعت ہے وہاں اپنے لیئے مانگنا مراد ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

۱۰؎ فقراء کی حاجت روائی اور صحابہ کی خیرات پر خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور جو اللہ اور رسول کو راضی کرنا چاہے وہ فقیروں کی حاجت پوری کرے۔خیال رہے کہ جس چاندی کے ٹکڑے پر سونے کا ملمع کردیا جائے یا جس چمڑے یا کپڑے پر طلائی کام کردیا جائے اسے عربی میں مذھبّہ کہتے ہیں۔یہاں پہلے معنے مراد ہیں۔

۱۱؎ یعنی موجد خیر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر پائے گا لہٰذا جن لوگوں نے علم فقہ،فن حدیث،میلاد شریف،عرس بزرگاں،ذکر خیر کی مجلسیں،اسلامی مدرسے،طریقت کے سلسلے ایجاد کئے انہیں قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔یہاں اسلام میں اچھی بدعتیں ایجاد کرنے کا ذکر ہے نہ کہ چھوڑی ہوئی سنتیں زندہ کرنے کا،جیسا کہ اگلے مقابلے سے معلوم ہورہا ہے اس حدیث سے بدعت حسنہ کے خیر ہونے کا اعلٰی ثبوت ہوا۔

۱۲؎ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعت کی برائیاں آئیں۔صاف معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ بری ہے اور ان احادیث میں یہی مراد ہے۔یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرمارہی ہیں،بدعت حسنہ اور سیئہ،اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی ان لوگوں پر افسوس ہے جو اس حدیث سے آنکھیں بند کرکے ہر بدعت کو برا کہتے ہیں حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں۔بدعت کی تحقیق اور اس کی تقسیم پچھلے باب میں گزرچکی۔

قیامت تک جو بھی ناحق قتل کرے گا ابن آدم یعنی قابیل پر اس کا گناہ ڈالا جائے گا:

عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ اولاً	روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی ظلمًا قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کے خون ناحق میں حضرت آدم کے پہلے فرزند کا حصہ ضرور ہوتا ہے کہ اسی نے پہلے ظلمًا قتل ایجاد کیا۱؎

شرح

۱؎ یعنی قابیل جس نے اپنے بھائی ہابیل کو اپنی بہن عقلمیہ کے عشق میں ظلمًا قتل کیا۔خیال رہے کہ غیر مستحق قتل کو قتل کرنا ظلمًا قتل ہے۔قاتل،مرتد،زانی،مفسد وغیرہم جو شرعًا واجب القتل ہیں انہیں حاکم کا قتل کرنا ثواب ہے۔

کتاب العلم

الترغیب فی العلم وطلبه وتعلیمه وما جاء فی فضل العلماء والمتعلمین

علم اور طلب علم اور تعلیم علم کی ترغیب کے بارے میں اور جو احادیث علماء اور طلبہ علم کی فضیلت کے بارے وارد ہوئیں

اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ	روایت ہے حضرت معاویہ سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے[2]

شرح

[1] آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابو سفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبد الشّمس ابن عبد مناف ہے،آپ پانچویں پشت یعنی عبد المناف میں حضور سے مل جاتے ہیں،آپ کی والدہ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد الشّمس ابن عبد مناف ہیں۔آپ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے، مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔حضور کے سالے ہیں،کاتب وحی ہیں،عہد فاروقی میں شام کے حاکم بنے،چالیس سال وہاں کے ہی حاکم رہے،امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق میں خلافت سے دست بر داری فرما کر صلح فرمالی۔آپ کی وفات ۴ رجب ۶۰ھ لقوہ کی بیماری سے ہوئی ۷۸ سال عمر پائی،آپ کے پاس حضور کا تہبند،چادر شریف،قمیض مبارک اور کچھ بال و ناخن شریف تھے وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا،آپ کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

[2] یعنی اسے دینی علم،دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔خیال رہے کہ فقہ ظاہری شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقۃً یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے:ایک یہ کہ قرآن و حدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں،بلکہ انکا سمجھنا علم دین ہے۔یہی مشکل ہے اسی کے لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین و محدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے رب فرماتا ہے:"مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا" وہاں حکمت سے مراد فقہ ہی ہے۔قرآن و حدیث کے ترجمے تو ابو جہل بھی جانتا تھا۔دوسرے یہ کہ حدیث و قرآن کا علم کمال نہیں،بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے۔عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ اور رسول کا فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان،فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے،جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فٹنگ بیکار۔

مسلمانوں کی تکلیف کو دور کرنے اور ان کی پردہ پوشی اور علم کی فضیلت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نسبه» . رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روز قیامت کی مصیبت دور کرے گا[1] اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا[2] اور جو مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا[3] اللہ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے[4] جو تلاش علم میں کوئی راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کردے گا[5] اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے نہیں جمع ہوئی[6] مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں[7] اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے[8] جسے عمل پیچھے کردے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا[9]

شرح

[1] یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائے گا، تم مؤمن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی آخروی آرام دے گا، کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جائے۔

[2] یعنی جو مقروض کو معافی یا مہلت دے، غریب کی غربت دور کرے تو ان شاء اللہ دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ اس حکم میں مؤمن کافر سب شامل ہیں۔ کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر جان بچائی اللہ نے اسے اسی پر بخش دیا۔

۳؎ یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور ظاہر کردے، کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازش کرنے والوں کے راز کو طشت از بام کرے، ظلمًا قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے، اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور۔

۴؎ یہ الفاظ بہت جامع ہیں جس میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں۔ امداد بدن سے ہو یا علم یا مال وغیرہ سے۔

۵؎ یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لیئے عالم کے گھر جائے۔ سفر کرکے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا، مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا، قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا بہت ثواب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کرکے گئے، حضرت جابر ایک حدیث کے لیئے ایک ماہ کا سفر طے کرکے عبداللہ ابن قیس کے پاس پہنچے۔ (مرقاۃ)

۶؎ یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں، جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلاضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت۔ تجوید احکام سیکھنا ہیں لہٰذا اس میں صرف، نحو، فقہ حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، اسی لیئے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا۔

۷؎ سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے، کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے، اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے۔ فرشتوں سے سیّاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل کر ذکر کرنا افضل ہے، جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول۔

۸؎ یعنی فرشتوں کی جماعت۔ اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے رب بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے، جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: "فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ" اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے، بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے۔

۹؎ یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلّوں کو جگہ تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہو جائیں، یہ منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز نہیں اس کی تحقیق ہمارے رسالہ "الکلام القبول فی طہارت نسب الرسول" میں دیکھو مؤمن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے گا۔ تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں، رب

نے بنی اسرائیل سے فرمایا: "اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ" بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء ہیں لہٰذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔

حسد جائز نہیں مگر دو جگہ میں

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيعلمهَا)	روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں ۱؎ ایک شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگادے دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم دے تو وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے ۲؎ (بخاری، مسلم)

شرح

۱؎ کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقًا حرام ہے، غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

۲؎ یعنی مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالٰی قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

جس نے میری اطاعت کی وہ نجات پا جائے گا جس نے نافرمانی کی وہ ھلاک ہو جائے گا

وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعلم كَمثل الْغَيْث الْكثير أصَاب أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نقية قبلت الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاس فَشَرِبُوا وَسقوا وزرعوا وأصابت	وایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اور جو کچھ مجھے اللہ نے دے کر بھیجا اس کی کہاوت اس شخص کی سی ہے جس نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے ۱؎ میں کھلا ڈرانے والا ہوں ۲؎ بچو بچو کہ اس کی قوم سے ایک ٹولہ نے اس کی بات مان لی اور اندھیرے منہ

مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ»	اٹھے اور بروقت نکل گئے تو بچ گئے[3] اور ان کے ایک ٹولہ نے جھٹلا دیا وہ اسی جگہ رہے پھر سویرے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا انہیں ہلاک کرکے تہس نہس کردیا[4] یہ ہی اس کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی تو میرے لائے ہوئے کی اتباع کی اور اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلادیا۔ (مسلم وبخاری)

شرح

[1] یہ تشبیہ مرکب ہے پورے واقعہ کو پورے واقعہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔اس شخص سے مراد وہ امین اور سچا آدمی ہے جس کی بات پر لوگوں کو اعتماد ہو۔ حضور کی سچائی ظہور نبوت سے پہلے ہی عام خاص میں مشہور ہوچکی تھی۔اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دنیوی اخروی آنے والے عذابوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایااورآپ کی بشارت یا ڈرانا مشاہدے سے ہے۔رب فرماتا ہے: "اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شٰہِدًا"۔

[2] عرب میں دستور تھا کہ خطرناک دشمن کی اطلاع دینے والا اپنا کرتہ لاٹھی پر ٹانگ کر لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ ہوشیار ہوجاؤ اسے نذیر عریاں کہا جاتا تھا یعنی ننگا ڈرانے والا۔

[3] یعنی سننے والے دو ٹولہ بن گئے۔ایک ٹولہ نے اس نذیر کا اعتبار کیا اور دشمن لشکر کے حملے سے قبل اندھیرے ہی بھاگ گئے یہ نفع میں رہے۔

[4] تو جیسے نجات و ہلاکت کا دارومدار اس اعلان کرنے والے کی تصدیق یا تکذیب ہے ایسے ہی آخرت کے عذاب سے بچنے نہ بچنے کا مدار حضور کے ماننے اور نہ ماننے پر ہے۔عذابِ الٰہی گویا لشکر ہے،موت سے پہلے توبہ کرلینا گویا بروقت خطرناک جگہ سے نکل جانا ہے اور آخر تک گناہوں میں ڈٹا رہنا اور حضور کو جھٹلانا گویا خطرناک جگہ میں رہ کر دشمن کے ہاتھوں مارا جانا ہے۔

مرنے کے بعد عمل منقطع ہوجاتاہے مگر تین عمل جاری رہتے ہیں

عربی	اردو
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أوعلم ينْتَفع بِهِ أوولد صَالح يَدْعُو لَهُ) رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہوجاتے ہیں۱؎ سواء تین اعمال کے ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتارہے یا وہ نیک بچہ جو اس کے لیئے دعا خیر کرتا رہے ۲؎ (مسلم)

شرح

۱؎ انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب،جیساکہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز وقرآن پڑھتے ہیں جیساکہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیساکہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

۲؎ یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے۔صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں،مدرسے،وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں،ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف،نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔مرقاۃ نے فرمایا کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتی کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتاہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔

الترهيب من الكذب على رسول الله ﷺ

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے ڈرانے کے بارے میں

عربی	اردو
عن ابی هريرة رضی الله عنه مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»	حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ روایت جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ آگ کا بنالے 1)

شرح

1۔ اگرچہ ہر ایک پر جھوٹ باندھنا بہتان اور گناہ ہے، مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا بہت گناہ ہے کہ اس سے دین بگڑتا ہے۔ مُتَعَمِّدًا کی قید سے معلوم ہوا کہ خطا پر پکڑ نہیں، اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کی خبر نہ ہوئی اور روایت کر دی تو مجرم نہیں۔

عربی	اردو
عن الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سمعت رسول الله ﷺ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ» . رَوَاهُ مُسلم	وایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب اور مغیرہ ابن شعبہ سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میری طرف سے ایسی بات نقل کرے جسے جھوٹ جانتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے ۲؎ (مسلم)

شرح

۱؎ سمرہ قبیلہ بنی نزار سے ہیں، انصار کے حلیف ہیں، بہت احادیث کے حافظ ہیں ۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی۔ حضرت مغیرہ بنی ثقیف سے ہیں، خندق کے سال اسلام لائے، ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے، ستر سال عمر ہوئی، ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی۔

۲؎ یعنی حدیث گھڑنا بھی گناہ اور دیدہ ودانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ، بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہوا سے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں، ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں۔

الترغيب فى اكرام العلماء واجلالهم وتوقيرهم والترهيب من اضاعتهم وعدم المبالاة بهم

علماء کی عزت، احترام، توقیر کی ترغیب اور ان کے ان حقوق کو ضائع کرنے اور ان کی پرواہ نہ کرنے سے ڈرانے کے بارے میں

وَعَنْ جَابِرٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُولُ: " أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ " فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: " أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.	روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے ایک کپڑے میں دو کو جمع فرماتے تھے[1] پھر فرماتے ان میں زیادہ قرآن کسے یاد ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسی کو قبر میں آگے رکھتے اور فرماتے کہ میں ان لوگوں پر قیامت میں گواہ ہوں[2] اور ان کو مع ان کے خونوں دفن کا حکم دیا اور ان پر نماز پڑھی نہ ان کو غسل دیا گیا[3] (بخاری)

شرح

[1] اس طرح کہ دو شہیدوں کو ایک چادر میں لپیٹتے ان کے اپنے کپڑے ان ہی پر تھے لہذا اس سے لازم یہ نہیں آیا کہ ان کی کھالیں مل گئیں ہوں اور یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اس وقت کپڑے کی بہت تنگی تھی۔

[2] یعنی ان کی عدالت، شہادت، تقویٰ، جہاد کمال ایمانی کا خصوصی گواہ ہوں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت کے خصوصی گواہ ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم قرآن دنیا اور آخرت کی عزت کا ذریعہ ہے۔

[3] اس پر تمام علماء متفق ہیں کہ شہید کا نہ خون دھویا جائے نہ اسے غسل دیا جائے مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس پر نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے ہاں شہید پر نماز ہے جس کی بیشمار احادیث ہیں، بلکہ خاص شہدائے احد کے متعلق طحاوی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہیدوں کو جمع کرکے ان پر نماز پڑھتے تھے مگر حضرت حمزہ کی میت اسی طرح ہر نماز میں شامل تھی یعنی ہر دفعہ نو شہید نئے لائے جاتے تھے دسویں حمزہ ہوتے تھے، یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، ابومالک غفاری وغیرہم صحابہ سے مروی ہے۔(طحاوی) بعض روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ستر بار نماز جنازہ پڑھی۔مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آئے گی کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد اپنی وفات سے قریب بھی نماز جنازہ پڑھی، نیز نماز جنازہ گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی ورنہ بچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی، بلکہ شرافت انسانی کے اظہار کے لیے ہے جس کا شہید بھی بدرجہ اولے مستحق ہے۔امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز نہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے چند وجہ سے: ایک یہ کہ یہ حدیث نفی کی ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث میں ثبوت نماز ہے لہٰذا ترجیح ثبوت کو ہوگی۔دوسرے یہ کہ حضرت جابر ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ پڑھا لہٰذا تعارض کی وجہ سے یہ حدیث قابل عمل نہیں۔تیسرے یہ کہ یہاں اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص احد کے دن ان شہداء کی نماز نہ پڑھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن خود زخمی تھے، دانت مبارک شہید ہو چکا تھا، سر مبارک میں خود ٹوٹ کر گڑھ گیا تھا جو بمشکل نکالا گیا۔چوتھے یہ کہ حضرت جابر اس دن سخت پریشان تھے کیونکہ ان کے والد اور ماموں شہید ہو چکے تھے جن کی میتوں کو منتقل کر کے مدینہ پاک لے گئے تھے، اس پریشانی اور مشغولیت کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر مطلع نہ ہو سکے۔پانچویں یہ کہ حاکم نے روایت صحیح حضرت جابر سے شہدائے احد کی نماز جنازہ اور ہر بار میں حضرت حمزہ کا رکھا رہنا نقل کیا، ان وجوہات کے باعث اس حدیث سے استدلال کمزور ہے۔اس کی پوری تحقیق اس مقام پر لمعات واشعہ ومرقات میں دیکھو۔

الترغيب فى الدلالة على الخير

بھلائی کے کام کی رہنمائی کرنے کی ترغیب

عَن أبي مَسْعُود الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مثل أجر فَاعله». رَوَاهُ مُسلم	وایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے[1] فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میرا اونٹ تھک رہا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں[2] ایک نے کہا یارسول اللہ میں اسے وہ آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری دے دے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھلائی پر رہبری کرے اسے کرنے والے کی طرح ثواب ہے[3] (مسلم)

شرح

۱؎ آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ہے،کنیت ابو مسعود انصاری ہے،بدری ہیں،یعنی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے یا اس بستی میں کچھ روز رہے،عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے،کوفہ میں قیام رہا،خلافت علی مرتضٰی میں وفات ہوئی۔

۲؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ ضرورت کے وقت مانگنا جائز ہے خصوصًا حضور سے مانگنا ہر ایک کے لئے فخر ہے۔دوسرے یہ کہ جب چیز موجود نہ ہو تو سائل کو انکار کرنا بخل نہیں۔حضور خلق الٰہی میں بڑے سخی اور داتا ہیں لیکن اس وقت منع فرمانا اظہار مسئلہ کے لئے ہے کہ قرض لے کر سخاوت نہ کرو۔وہ جو روایات میں ہے کہ حضور نے کبھی "نہ" نہیں فرمایا۔اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ موجود چیز سے منع نہیں فرمایا یا یہ نہیں فرمایا کہ تجھے نہیں دیں گے لہذا احادیث متعارض نہیں۔

۳؎ یعنی نیکی کرنے والا،کرانے والا،بتانے والا،مشورہ دینے والا سب ثواب کے مستحق ہیں لہذا تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عاملین کی طرح ثواب ملے گا،اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہوگا۱؎ اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۲؎(مسلم)

شرح

۱؎ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہ،آئمہ مجتہدین،علماء متقدمین و متاخرین سب کو شامل ہے،مثلًا اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا۔اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے،رب فرماتا ہے:"وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ"ایسے ہی وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پارہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں" لَّیْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰی"کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عملِ تبلیغ کا نتیجہ ہے۔

۲؎ اس میں گمراہیوں کے موجدین مبلغین سب شامل ہیں تاقیامت ان کو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے۔یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں"وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ"کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغِ شر کی سزا ہے۔

الترهيب من ان يعلم ولا يعمل بعلمه ويقول ولا يفعله

ڈرانا اس بات سے کہ بندہ علم حاصل کرے لیکم عمل نہ کرے اور جو کہتا ہو اس پر عمل نہ کرتا ہو

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ –ان رسول الله ﷺ كان يقول اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا») . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.	روایت ہے زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے تھے: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے 1 اور اس دل سے جو عاجزی نہ کرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جس کی قبولیت نہ ہو 2 (مسلم)

شرح

1 غیر نافع علم سے مراد یا تو دنیاوی علوم ہیں جن سے دین میں کوئی نفع نہ ہو جیسے سائنس، ریاضی، منطق، فلسفہ جن سے دین کی خدمت نہ لی جائے یا وہ علم دین ہیں جو دنیا طلبی کے لیے سیکھے جائیں یا جن پر عالم خود عمل نہ کرے دوسروں کو سکھائے نہیں یا اس سے نقصان دہ علوم مراد ہیں جیسے جادو وغیرہ کے علوم جن سے فساد پھیلایا جائے۔

2 جس دل میں اللہ کے ذکر سے چین، عذاب کے ذکر سے خوف، جنت کے ذکر سے شوق، حضور علیہ السلام کے ذکر سے وجدان نہ پیدا ہو وہ سخت ہے اللہ اس سے بچائے اور جس نفس میں قناعت و سیری نہ ہوں ایسے حریص نفس سے خدا کی پناہ۔ خیال رہے کہ تین نعمتیں کسی کسی کو ملتی ہیں: کفایت، قناعت، ریاضت جسے یہ تین نعمتیں مل گئیں وہ بادشاہوں سے زیادہ خوش نصیب ہے، اس جملہ میں تینوں نعمتیں مانگ لی گئی ہیں۔

وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا انه سمع رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يقول " «يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ. فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ. فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ أَيْ فُلَانُ! مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا	وایت ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے 1 کہا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا آگ میں اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی 2 وہ پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے جہنمی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے اے فلاں کیا بات ہے

بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ» ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.	جب کہ آپ تو ہمیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے؟ کہے گا میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا۳ (متفق علیہ)

شرح

۱ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، ان کی والدہ ام ایمن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت اسامہ بن زید کی عمر بیس سال تھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کا وصال ہوا، یہ بھی کہا گیا کہ ۵۴ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں میرے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے آپ سے ایک جماعت نے روایت کی۔

۲ تندلق اندلاق سے بنا ہے اس کا معنی کسی چیز کا تیزی سے اپنی جگہ سے نکلنا، اقتاب قتب کی جمع ہے، طحن یطحن باب فتح سے پیسنا۔

۳ اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو اور اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا تو سزا کا مستحق ہوگا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لیے ترغیب و تحریص کا کام دیتا ہے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کی وجہ سے مبلغ اعمال صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے یا نفس و شیطان کے دھوکے میں آکر برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

الترهيب من الدعوى في العلم

علم کا دعویٰ کرنے سے ڈرانا

أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ، فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، قَالَ: يَا رَبِّ، وَكَيْفَ بِهِ؟ فَقِيلَ لَهُ: احْمِلْ حُوتًا	ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ) ایک روز (موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطبہ دیا، تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہوں۔ اس وجہ سے اللہ کا غصہ ان پر ہوا کہ انہوں نے علم کو اللہ کے حوالے کیوں نہ کر دیا۔ تب اللہ نے ان

فِي مِكْتَلٍ، فَإِذَا فَقَدْتَهُ فَهُوَثَم ،،،،،،،، فذكر الحديث فی اجتماعه بالخضر الی ان قال : فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ: يَا مُوسَى، مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ.فذكر الحديث بطوله، وفی رواية:" بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لَا، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ؟

کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ دریاؤں کے سنگم پر ہے۔) جہاں فارس اور روم کے سمندر ملتے ہیں (وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! میری ان سے ملاقات کیسے ہو؟ حکم ہوا کہ ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لو، پھر جہاں تم اس مچھلی کو گم کر دو گے تو وہ بندہ تمہیں) وہیں (ملے گا۔،،،،،،، آگے حدیث ذکر فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کے متعلق یہاں تک کہ فرمایا: پھر دونوں دریا کے کنارے کنارے پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گزری، تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بٹھالو۔ خضر علیہ السلام کو انہوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک یا دو چونچیں ماریں) اسے دیکھ کر (خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہو گا جتنا اس چڑیا نے سمندر کے پانی سے۔،،،،،اگے حدیث کو طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا، ایک روایت میں یوں ہے بھی ہے: ایک دن موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ) دنیا میں (کوئی آپ سے بھی بڑھ کر عالم موجود ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ اسلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر ہے) جس کا علم تم سے زیادہ ہے (موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دریافت کیا کہ خضر علیہ السلام سے ملنے کی کیا صورت ہے؟

الترهيب من المراء والجدال

لڑائی جھگڑے سے ڈرانا

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ»	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بارگاہ میں بہت ناپسندیدہ شخص زیادہ سخت جھگڑالو ہے[1] (مسلم، بخاری)

شرح

[1] الد بنا ہے لدید سے بمعنی سخت جھگڑا، خصم بنا ہے خصومت سے بمعنی بہت جھگڑا دونوں کے مجموعہ کے معنے ہوئے بہت اور سخت جھگڑالو، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَہُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ" یعنی عادی مقدمہ باز آدمی مردود بارگاہ الٰہی ہے۔

كتاب الطہارۃ

الترهيب من التخلی علی طرق الناس اوظلهم

لوگوں کے راستوں اور ساؤں میں قضائے حاجت کرنے سے ڈرانا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ» قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.	روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو۲ لعنتی کاموں سے بچو۱ صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا یارسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں،فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ یاسایہ کی جگہ پر پاخانہ کرے۲(مسلم)

شرح

۱؎ یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو۔

۲؎ یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو،یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کیوقت عموماً بیٹھتے لیٹے ہوں وہاں نہ کروکہ اس سے رب تعالٰی بھی ناراض ہوتا ہے،لوگ بھی برا کہتے ہیں۔لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان میں حاجت قضافرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی۔مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

الترهيب من البول فی الماء

پانی میں پیشاب کرنے سے ڈرانا

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الراكد. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جائے۱(مسلم)

شرح

۱؎ ٹھہرا پانی خواہ دو قلے ہوں یا اس سے کم و بیش اس میں پیشاب پاخانہ ممنوع ہے بلکہ اس میں تھوک و رینٹ ڈالنا بھی برا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ رات کو ٹھہرے پانی میں پیشاب ہر گز نہ کرے کہ اس وقت وہاں جنات رہتے ہیں تکلیف پہنچائیں گے، ہاں تالاب وغیرہ کا یہ حکم نہیں۔ تالاب وہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے سے پانی ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہ ہلے یعنی سو ہاتھ کی سطح والا پانی اسی کو آب کثیر بھی کہتے ہیں اس سے کم پانی قلیل کہلاتا ہے۔

الترهيب من عدم الاستبراء من البول

پیشاب سے استبراء نہ کرنے سے ڈرانا

عربی	اردو
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَفِي رِوَايَةٍ: الْمُسْلِمُ لَا يَسْتَتْرِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ	روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جارہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جارہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا

شرح

۱؎ یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہوسکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) حضور کی نگاہ کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔ (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کررہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہوسکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہورہا ہے۔ (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا ہو۔ (۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔ (۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے

ضرور ہلکا ہوگا۔اشعۃاللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو۔(۷)اگرچہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔مؤمن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔(۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا،بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔(۹)حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب۔دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔(۱۰)خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔(۱۱)بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔(مرقاۃ)

وفی روایة للبخاری ،،ان النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:انهما ل يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، ، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَبرئُ مِنْ بَوْلِهِ، واماالآخَرُ كَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ	اور بخاری کی روایت میں ہے،،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مدینہ یا مکے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔) وہاں(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کی آواز سنی جنھیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جارہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہورہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایابات یہ ہے کہ ایک شخص ان میں سے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھااور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔

الترغیب فی الوضوء واسباغه

وضوءاور کامل وضو کی ترغیب

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسلم: «إِن أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غرته فَلْيفْعَل»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت قیامت کے دن پنج کلیان بلائی جائے گی آثار وضو سے ۱ تو جو اپنی چمک دمک دراز کرسکے تو کرے ۲(مسلم،بخاری)

شرح

۱۔ پنج کلیان وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ، پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوب صورت اور طاقتور ہوتا ہے۔ امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ، پاؤں آثار وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی امتوں نے بھی وضوء کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہوگا، نیز جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پاگئے، یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے، یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہو جانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی ان شاء اللہ یہ آثار وضوء ہوں گے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں۔ ہاں بے نمازی، فساق جنہوں نے بلاوجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزاءً اس سے محروم ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنی امت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ آپ نیک کار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گنہگار ظلمانیوں کو بھی۔

۲۔ غالبًا یہ آخری جملہ سیدنا ابوہریرہ کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضوء حد مفروض سے زیادہ دھوئے تاکہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو۔ مطلب یہ ہے اعضائے وضوء حد سے کم نہ دھوؤ، زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ غرّہ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تحجیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو۔ چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کنپٹی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہٰذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔

عربی	اردو
عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، قَالَ: "كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتَّى تَبْلُغَ إِبْطَهُ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا هَذَا الْوُضُوءُ؟ فَقَالَ: يَا بَنِي فَرُّوخَ، أَنْتُمْ هَاهُنَا، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَاهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هَذَا الْوُضُوءَ، سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ، حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ."	ابو حازم سے روایت ہے کہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا۔ وہ نماز کے لئے وضو کر رہے تھے تو اپنے ہاتھ کو دھوتے تھے لمبا کر کے یہاں تک کہ بغل تک دھویا۔ میں نے کہا: اے ابوہریرہ! یہ کیسا وضو ہے؟ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فروخ کی اولاد) ! فروخ ابراہیم کے ایک بیٹے کا نام ہے جس کی اولاد میں عجم کے لوگ ہیں ابو حازم بھی عجمی تھے (تم یہاں موجود ہو اگر میں جانتا تم یہاں موجود ہو تو اس طرح وضو نہ کرتا۔ میں نے سنا اپنے دوست سے) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ”: قیامت کے دن مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچتا ہو۔“

عربی	اردو
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، وَدِدْتُ أَنَّا	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا اے مؤمن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو۱ ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۲ مجھے یہ تمنا

قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا) قَالُوا: أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: (أَنْتُمْ أَصْحَابِي، وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: (أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ، بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ، أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟) قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: (فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ») . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا۳؎ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو، ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں۴؎ لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کے جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور کیسے پہچانیں گے؟۵؎ فرمایا بتاؤ تو اگر کسی شخص کے گھوڑے پنج کلیان ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہوگئے ہوں کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟۶؎ بولے ہاں یارسول اللہ! فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا۷؎

شرح

۱؎ مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے، جہاں حضور زیارت قبور کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔دَار کے معنی گھر اور حویلی ہیں، اھل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں، اس کے کلام وسلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے، رب فرماتا ہے: "وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ" الایۃ۔اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں، وہ جو حدیث میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

۲؎ یعنی عنقریب وفات پاکر تم سے ملاقات کریں گے۔ان شاءاللہ برکت کے لیے فرمایا ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لیے مشکوک ہے۔یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مرکر مؤمن وں سے ملیں گے۔یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔

۳؎ یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کو دیکھ رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے، امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔رب فرماتا ہے: "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ" اَلْاٰیۃ۔

۴؎ یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آیندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتۂ ایمانی کی بنا پر، ورنہ حضور امت کے لئے روحانی والد ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ

بھاوجیں، رشتۂ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں، اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے، اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب، حتی کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے۔ تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

۵۔ صحابہ کا یہ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں، ذریعۂ علم کے متعلق ہے، یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے، محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی، یہ سوال و جواب علیم و خبیر سے ہی ہو سکتے ہیں۔

٦۔ سبحان اللہ ! کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مؤمن سیاہ رو ہونگے، سیاہ روئی تو صرف کفار کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آثار وضوء کی خاص چمک صرف امت مصطفوی پر ہو گی۔

ے۔ حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے، اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے مگر کوثر کسی کا بھی نہیں۔ فرط اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے، تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلائیں گے۔ حوض کی پوری تحقیق انشاء اللہ "باب حوض" میں آئے گی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خرجت من يَدَيْهِ كل خَطِيئَة بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوب) (رَوَاهُ مُسلم)	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان بندہ یا مؤمن وضو کرنے لگتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ا پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے وہ ہر خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ ۲ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر اس کے پاؤں چلے پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتی کہ گناہوں سے پاک و صاف نکل جاتا ہے ۳ (مسلم)

شرح

ا اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اسی لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ ان شاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں۔

۲ جیسے نامحرم کو چھولینا یا غیر کی چیز بلا اجازت ٹٹولنا کہ یہ سب گناہ صغیرہ ہیں۔

۳ چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتی کہ دل و دماغ کے بھی گناہ، ان اعضاء کا ذکر اس لیئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کیئے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہٰذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تخرج من تَحت أَظْفَاره»	روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے تو اچھا وضو کرے اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں، تاآنکہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں ا (مسلم، بخاری)

شرح

ا یہاں اچھے وضوء سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضوء کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضوء کیا کرے تو اس کے سارے اعضاء کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

لطیفہ: ہم گنہگاروں کے وضوء کا غسالہ ماء مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ، کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے، مگر حضور کے وضوء کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون متبرک ہے، کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے، ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصًا مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے، رب فرماتا ہے: "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ" آب زمزم حضرت اسماعیل کے پاؤں کا گویا دھوون ہے جس میں ہمارے حضور کی کُلی پڑی ہوئی ہے ہم سب کے لیئے شفا ہے۔

عربی	اردو
وفی روایة ان عثمان توضا ثمہ قال: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَكَانَتْ صَلَاتُهُ، وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اس طرح جیسے میں نے وضو کیا پھر فرمایا": جو شخص اس طرح وضو کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کو نماز کا اور مسجد میں جانے کا الگ ثواب ہو گا۔

عربی	اردو
و عن عثمان رضی اللہ عنہ انہ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَهُوَ فِي هَذَا الْمَجْلِسِ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَالَ: "مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ هَذَا الْوُضُوءِ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، قَالَ: وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَغْتَرُّوا"	انہوں نے اچھی طرح وضو کیا۔ اس کے بعد کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا کہ جس نے اس طرح وضو کیا اور پھر مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ بھی فرمایا کہ اس پر مغرور نہ ہو جاؤ۔

عربی	اردو
وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – قَالَ كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا، فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فذکر الحدیث الی ان قال	روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے ا فرماتے ہیں میں جاہلیت میں یقین کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور کسی راہ پر نہیں۔ اور وہ لوگ سب بتوں کو پوجتے تھے) یعنی چبوتروں کو یا مقاموں کو جیسے یہاں امام وغیرہ کے امام باڑہ چبوترے مشرک بنا لیتے

قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَالْوُضُوءُ حَدِّثْنِي عَنْهُ قَالَ: " مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ فَيُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ؛ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِي هُوَ لَهُ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلَّهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ» ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہیں (غرض انہوں نے کہا کہ میں نے خبر سنی ایک شخص کی کہ مکہ میں ہے اور وہ بہت سی خبریں دیتا ہے اور میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،،، تو آگے حدیث ذکر کی ہے یہاں تک کہ فرمایا: میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وضوء کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو وضو کا پانی لے پھر کلی کرے ناک میں پانی ڈالے مگر اس کے چہرے اور منہ اور نتھنوں کی خطائیں گر جاتی ہیں[۹] پھر جب اسی طرح اپنا منہ دھوئے جیسے اسے اللہ نے حکم دیا[۱۰] مگر اس کے چہرے کی خطائیں داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں، پھر اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوئے مگر اس کے ہاتھوں کی خطائیں پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں، پھر اپنے سر کا مسح کرے مگر اس کے سر کی خطائیں پانی کے ساتھ بالوں کے کناروں سے گر جاتی ہیں[۱۱] پھر اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے مگر اس کے پاؤں کی خطائیں پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں پھر اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اللہ کی وہ حمد و ثناء اور بڑائی کرے جس کے وہ لائق ہے اور اپنا دل اللہ کے لیے خالی کرے مگر اپنی خطاؤں سے اس دن کی طرح پھرے گا جس دن اسے ماں نے جنا[۱۲] (مسلم)

شرح

۱؎ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حتی کہ بعض نے کہا آپ چوتھے مسلمان ہیں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابھی گھر چلے جاؤ جب ہمارا غلبہ ہو تو آجانا۔ چنانچہ بعد ہجرت یہ بھی حضور علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔

۹؎ اس کی شرح باب الوضوء میں ہو چکی کہ یہاں خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کہ گناہ کبیرہ اور نہ حقوق العباد اور یہ ہم لوگوں کے احکام ہیں اسی لیے ہمارے وضو کا غسالہ مستعمل پانی کہلاتا ہے جس سے وضو نہیں کر سکتا اور اس کا پینا مکروہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ نور لے کر نکلتا ہے اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنھم تبرک سمجھ کر پیتے تھے۔

۱۰؎ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنتیں تھیں مگر چہرہ دھونا فرض ہے جس کا رب نے حکم دیا ہے کہ فرمایا: "فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ" یا یہ مطلب ہے کہ جیسے رب نے پورا چہرہ دھونے کا حکم دیا ایسے ہی پورا دھوئے کہ بال برابر بھی جگہ سوکھی نہ رہے۔

۱۱؎ سر کی خطاؤں میں کانوں کی خطائیں بھی داخل ہیں یعنی برے خیالات اور بری عادتیں اور بری باتیں سننے کے گناہ سب مسح سے معاف ہوجاتے ہیں۔اس لیے کانوں کا مسح سر کے ساتھ اور سر کے پانی سے ہوتا ہے۔خیال رہے کہ سر کے مسح میں پانی گرتا نہیں بلکہ سر کو لگتا ہے مگر اس سے خطائیں جھڑ جاتی ہیں۔دھونے والے اعضاء میں پانی خطائیں لے کر نکلتا ہے اور سر میں پانی خطاؤں کو نکالتا ہے۔خیال رہے کہ ان خطاؤں کو پانی نہیں نکالتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نکالتی ہے،ورنہ مشرک خواہ کتنا ہی وضو کرے اس کی خطائیں معاف نہیں ہوتیں اور مسلمان بغیر نیت وضو ٹھنڈک کے لیے بارہا ان اعضاء پر پانی ڈالے یہ فیض حاصل نہیں ہوتا ۱۲

۱۲؎ یعنی گناہ تو وضو سے معاف ہوچکے،نماز رفع درجات کا ذریعہ ہے خواہ تحیۃ الوضو کے نفل ہوں یا اور کوئی نماز ۱۲

عربی	اردو
عَن أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ	روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے ۲؎ اور الحمدللہ ترازو بھردے گی ۳؎ اور سبحان اللہ اور الحمدللہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھردیتے ہیں ۴؎ اور نماز روشنی ہے ۵؎ خیرات دلیل ہے ۶؎ صبر چمک ہے ۷؎ قرآن تیری یا تجھ پر حجت ہے ۸؎ ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک ۹؎ مسلم نے روایت کی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھردیتے ہیں میں نے یہ روایت نہ مسلم و بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں نہ جامع میں لیکن اسے دارمی نے ذکر کیا اور سبحان اللہ کی بجائے الحمدللہ ذکر کیا۱۰؎

شرح

۱؎ آپ صحابی ہیں،حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں،عہد فاروقی میں وفات پائی۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی،لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے،اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے،اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طھارت جسم کو

فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہٰذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو، رب فرماتا ہے: "لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ"۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں۔ غرضکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟

۳؎ یعنی جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزانِ عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہو گی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام۔

۴؎ یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار۔ اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔

۵؎ یعنی نماز مسلمان کے دل کی، چہرے کی، قبر کی، قیامت کی روشنی ہے۔ پل صراط پر سجدہ کا نشان بیٹری کا کام دے گا، رب فرماتا ہے: "نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ" اور ممکن ہے کہ صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہو کہ یہ بھی ہر طرح نور ہے۔

۶؎ مؤمن کے ایمان کی، کہ منافق اور کافر کو صحیح خیرات کی توفیق نہیں ملتی، یا کل قیامت میں صدقہ محبتِ پروردگار کی دلیل اور بخشش کا کفیل بنے گا، کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے: "مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ"۔ خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوۃ، فطرہ وغیرہ تمام فرضی و نفلی خیراتیں داخل ہیں۔

۷؎ صبر کے لغوی معنے ہیں روکنا، یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا، یا عبادت پر قائم رکھنا، یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جاسکتا ہے ہلکی ہو یا تیز، مگر ضیاء صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: "جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا" چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لیے نماز کو نور اور اسے ضیاء فرمایا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ صبر سے مراد روزہ ہو، چونکہ روزہ صرف اللہ کا ہے اسی لئے ضیاء یعنی جگمگاہٹ فرمایا گیا۔

۸؎ کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہو گا اور اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ۔

۹؎ یعنی روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دُکان کھولتا ہے، سانسیں صَرف کر کے اعمال کماتا ہے، اگر اچھے اعمال میں سانسیں گزریں تو سودا نفع کا رہا، نفس جہنم سے بچ گیا۔ اور اگر برے کام کیئے تو سودا گھاٹے کا رہا، نفس کو ہلاک کر دیا۔ نفس سے مراد ذات دل اور سانسیں سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس افصح الفصحاء عرب کے قربان جاؤں کیسے جامع کلمات ارشاد فرمائے۔ خیال رہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کی دکانِ زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہو جاتی ہے، بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کی دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی، اور ان کا بازار کبھی سونا ہی نہیں ہوتا، سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں، کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد وفات بھی ان کے میلے لگے ہوئے ہیں۔

۱۰؎ یعنی یہ زیادتی ان میں سے کسی کتاب میں نہ ملی تو مصابیح میں بھی نہ ہونی چاہیئے تھی، کیونکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات آتی ہیں۔

عن عقبة بن عامر عن النبي قال: ما من مسلم يتوضا فيسبغ الوضوء، ثم يقوم في صلاته فيعلم مايقول الا	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی مسلمان وضو کرتا ہے کامل وضو کرتا

انتقل وهو كيوم ولدته امه	ہے پھر نماز میں کھڑا ہوتا ہے جو پڑھ رہا ہو اس کو جانتا ہو (یعنی کامل توجہ کے ساتھ) (تو نماز ختم کرکے جب) لوٹتا ہے تو اس طرح (گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے) جیسے اس دن تھا جس اس کی ماں نے اسے جنا تھا

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ " قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فذلكم الرِّبَاط»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے درجے بلند کردے[1] لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ [2] فرمایا وضوء پورا کرنا مشقتوں میں[3] مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا[4] نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا[5] یہ ہے سرحد کی حفاظت[6]

شرح

[1] خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کبیرہ نہ حقوق العباد۔ محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامۂ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔ درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے۔

[2] یہ سوال وجواب اس لیئے ہے کہ تاکہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے ورنہ حضور کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں۔

[3] پورے کرنے سے اعضائے وضو کامل دھونا، اور تین بار دھونا، اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔ مشقت سے مراد سردی، یا بیماری، یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے، یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۔

[4] یا اسی لئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا، نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جاکر نماز پڑھے۔

[5] یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر، یا اس طرح کہ جسم گھر میں، یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو۔

[6] رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رُباط ہے۔ رباط بڑی عبادت ہے، رب فرماتا ہے: "وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا" حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباطہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت

الترغیب فی السواک وما جاء فی فضلہ

مسواک کی ترغیب اور جو احادیث اس کی فضلیت میں آئی ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ» " رواہ البخاری و اللفظ لہ ومسلم الا انہ قال: عند کل صلوۃ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنی امت پر دشواری کروں گا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا[1] (بخاری مسلم)

شرح

[1] یعنی ان پر فرض کردیتا کہ ہر نماز کے لیے وضو کریں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذن الٰہی احکام کے مالک ہیں،جو چاہیں فرض کریں،جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کردیتا۔خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے،کیونکہ ابن خزیمہ،حاکم،بخاری شریف نے "کتاب الصوم" میں انہی ابوہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے "صَلٰوۃٍ کے عِنْدَ کُلِّ وُضُوءٍ" ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے "عِنْدَ کُلِّ طُھُوْرٍ" وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔

مسواک کے مسائل: مسواک اور سواک سُوْکٌ سے بنا بمعنی ملنا،مسواک دانتوں کے ملنے کا آلہ۔شریعت میں مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں۔سنت یہ ہے کہ یہ کسی پھول یا پھلدار درخت کی نہ ہو،کڑوے درخت کی ہو،موٹائی چھنگلی کے برابر ہو،لمبائی بالشت سے زیادہ نہ ہو،دانتوں کی چوڑائی میں کی جائے نہ کہ لمبائی میں،بے دانت والا انسان اور عورتیں انگلی پھیر لیا کریں۔مسواک اتنے مقام پر سنت ہے: وضوء میں،قرآن شریف پڑھتے وقت،دانت پیلے ہونے پر،بھوک،یا دیر تک خاموشی،یا بے خوابی کی وجہ سے منہ سے بو آنے پر۔احناف کے ہاں مسواک سنتِ وضو ہے نہ کہ سنت نماز،لہٰذا باوضو آدمی نماز کے لیے مسواک نہ کرے۔امام شافعی کے ہاں سنت نماز ہے نہ کہ سنت وضو اور وجہ ظاہر کہ ان کے ہاں خون وضو نہیں توڑتا تو اگر مسواک سے دانت میں خون نکل بھی آیا تو نماز درست ہوگی۔لیکن ہمارے ہاں بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ» رواہ البخاری معلقا مجزوما وتعلیقاتہ المجزومہ صحیحۃ	روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک منہ صاف کرنے والی ہے۔اللہ کی رضا کا سبب ہے[1]

شرح

۱؎ یعنی اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بنیّتِ عبادت مراد ہے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتًا مسواک اگرچہ منہ تو صاف کردے گی مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی، نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں، مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے۔یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں۔منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہوگیا پھر کیا کمی رہ گئی۔

عَن شُرَيْح بن هَانِئٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دخل بَيته؟ قَالَت: بِالسِّوَاكِ. رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے شریح ابن ہانی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کیا کرتے تھے؟ فرمایا مسواک ۲؎ (مسلم)

شرح

۱؎ صحیح یہ ہے کہ حضرت شریح مجتہدین تابعین سے ہیں،اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں، حضرت شریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوچکے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ عرض کیا تین۔شریح،عبداللہ اور مسلم۔فرمایا تمہاری کنیت ابو شریح ہے،آپ سیدنا علی مرتضٰی کے مخصوص ساتھی ہیں،بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں،جنگ جمل و صفین میں آپ کے ساتھ تھے ۷۸ھ میں شہید کئے گئے۔

۲؎ معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے۔مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے ،یہ "پائیریا" سے محفوظ رکھتی ہے،گندہ دہنی دور کرتی ہے،دانتوں و معدے کو قوی کرتی ہے،آنکھوں میں روشنی دیتی ہے۔دیکھو شامی وغیرہ۔اور افیون میں ستر برائیاں ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابیٔ خاتمہ کا اندشیہ ہے۔

الترهيب من ترك اسباغ الوضوء

اچھی طرح وضو نہ کرنے سے ڈرانا

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ رائی رجلا لم يغسل عقبه فقال : وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ،وفی	حضرت ابو هريره رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کجس اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو فرمایا: ان ایڑیوں کے لئے آگ کا ویل ہے۱؎ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں

رواية ان ابا هريرة راى قوما يَتَوَضَّئُونَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ، قَالَ: أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ، فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ او : ويل للعراقيب من النار". .	کو دیکھا جو بدھنی سے وضو کر رہے تھے تو کہا: پورا کرو وضو کو کیونکہ میں نے سنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ان ایڑیوں کے لئے آگ کا ویل ہے" :۔یا فرمایا کونچوں کے لیے ویل ہے"

شرح

۱ویل کے معنی افسوس بھی ہیں اور دوزخ کے ایک طبقے کا نام بھی ہے، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔یعنی اگر اعضائے وضوء میں سے کوئی عضو ناخن برابر سوکھارہ گیا تو وہ شخص ویل میں جانے کا مستحق ہے، اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ جب موزے نہ پہنے ہوں تو وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے، مسح جائز نہیں اسی پر تمام صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور ساری امت کا اجماع ہے۔حضرت علی ہمیشہ پاؤں دھویا ہی کرتے تھے جیسا کہ خود شیعوں کی کتب سے بھی ثابت ہے۔دوسرے یہ کہ مغسولہ اعضاء کو مکمل دھونا فرض ہے حتی کہ انگوٹھی کے نیچے اور بالیوں اور بلاک کے سوراخوں میں پانی پہنچانا وضو اور غسل میں فرض ہے۔ تیسرے یہ کہ گناہ صغیرہ پر بھی سخت عذاب ہو سکتا ہے۔

عَن عبد الله بن عَمْرو ان رسول الله ﷺ رائی قوما واعقابهم تلوح فقال:«وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ من النَّار أَسْبِغُوا الْوضُوء»	ا حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا کہ (پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے) ان کیایڑیاں چمک رہی تھیں توفرمایا: ن ایڑیوں کے لئےآگ کا ویل ہے :

الترغيب فى كلمات يقولهن بعد الوضوء

وضو کے بعد کی دعاؤں کو پڑھنے کی ترغیب

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – عن النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ («مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوَ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ،الا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ»	روایت ہے حضرت عمرابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضو کرے تو مبالغہ کرے یا پورا وضو کرے۱ پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اس کے بندے اور رسول ہیں ۲ مگر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس

	سے چاہے گھسے ۳؎

شرح

۱؎ مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ مِنکُم فرماکر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔

۲؎ یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ "اِنَّآ اَنْزَلْنَا" پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ"۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

۳؎ یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔

الترغیب فی رکعتین بعد الوضوء

وضو کے بعد دو رکعت پڑھنے کی ترغیب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ: «يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عمل عملته فِي الْإِسْلَام فَإِنِّي سَمِعت دق نعليك بَين يَدي الْجَنَّةِ» . قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لم أتطهر طهُورا مِنْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت بلال سے فرمایا ۱؎ کہ اے بلال مجھے اپنے امید افزا کام کی خبر دو جو تم نے اسلام میں کیا کیونکہ میں نے تمہارے نعلین کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ۲؎ فرمایا میں نے اپنے نزدیک کوئی امید افزا کام نہیں کیا بجز اس کے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں وضو نہیں کیا مگر اس وضو سے اس قدر نماز پڑھ لی جو میرے مقدر میں تھی ۳؎ (مسلم، بخاری)

شرح

۱؎ غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو فجر جماعت سے پڑھی نہ تھی یا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا،یہ ہی معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

۲؎ حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت میسر ہوئی۔خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی دوزخی ہے،یہ علوم خمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے والے واقعات کو سن لیتے ہیں،دیکھ لیتے ہیں۔یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا۔حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہو کر ہی اٹھے۔اللہ تعالٰی حضرت بلال کے صدقے مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں،ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں۔شعر

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

۳؎ یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور امت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں،نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے۔ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مقبل عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر کھڑے ہو کر دو نفل دل اور منہ سے متوجہ ہو کر پڑھے۲؎ مگر اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۳؎(مسلم)

شرح

۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں،آپ امیر معاویہ کی طرف سے حاکم مصر تھے اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان کے بعد،پھر اگرچہ معزول کردیئے گئے مگر مصر میں ہی قیام رہا،۵۸ھ؁ میں وہیں وفات ہوئی۔
۲؎ یعنی ظاہر و باطن یکسو کرکے کہ نہ جسم سے کھیلے،نہ ادھر ادھر دیکھے،نہ دل کو اور طرف لگائے۔
۳؎ رب کے فضل وکرم سے اس طرح کہ دنیا میں اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے،مرتے وقت ایمان پر قائم رہتا ہے،قبر و حشر میں آسانی سے پاس ہوتا ہے۔حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وضو کرلینے اور تحیۃالوضوء کے دو نفل پڑھ لینے سے جنتی ہوگیا اب کسی عمل کی ضرورت نہ رہی اس قسم کی احادیث کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

وَعَنْ حمران مولى عثمان أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفسه فيهمَا بِشَيْءٍ إِلَّا غفر لَهُ مَا تقدم من ذَنبه» . وَلَفظه لِلْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آنجناب نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا۱؎ پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا۲؎ پھر داہنا پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا۳؎ پھر فرمایا جو میری طرح وضو کرے پھر دو نفل پڑھ لے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے ۴؎ (مسلم،بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں۔

شرح

۱؎ اس طرح کہ پہلے تین کلیاں کرلیں،پھر تین بار ناک میں پانی لے کر صاف کی جیسے کہ اور اعضاء کی ترتیب میں ہے،لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔شافعی لوگ ایک چلو کے آدھے سے کلی اور آدھے سے ناک میں پانی لیتے ہیں یعنی ان کے ہاں فرد فرد کے پیچھے ہے ہمارے ہاں نوع نوع سے پیچھے۔

۲؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ہاتھ مع کہنی دھونے چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہو کیونکہ دھونے میں تین کا ذکر ہے مسح میں نہیں، نیز اگر مسح تین بار کیا جائے تو وہ دھونا ہو جائے گا، یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ شوافع کے یہاں مسح بھی تین بار ہوگا، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

۳؎ چونکہ حضرت عثمان غنی کا وضو ان لوگوں کے سامنے تھا اور حضور کا وضو ان لوگوں سے مخفی اسی لئے آپ نے اس طرح فرمایا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عثمان کا وضو حضور کے وضو کی مثل تھا نہ کہ حضور کا وضو آپ کے وضو کی مثل۔

۴؎ یعنی وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو پڑھے جب کہ نفل مکروہ نہ ہوں اور اگر نفل مکروہ ہوں جیسے فجر اور مغرب کا وضو، تو وضو کے بعد فرض نماز میں تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی ثواب مل جائے گا۔ (مرقاۃ) لَایُحَدِّث فرما کر یہ بتایا کہ عمدًا اور طرف خیال نہ دوڑائے، بلا قصد خطرات معاف ہیں۔ جیسا کہ لمعات اور مرقاۃ میں ہے بشرطیکہ دفع کی کوشش کرتا رہے۔ گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہیں اور بے گناہ لوگوں کے درجے بلند ہوتے ہیں، کیونکہ جو کام گنہگاروں کے لئے معافی کا ذریعہ ہے وہ نیک کاروں کی ترقی کا سبب۔

كتاب الصلاة

الترغيب فی الاذان وما جاء فی فضله

اذان کی ترغیب اور جو احادیث اس کی فضلیت میں وارد ہوئی ہیں

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: («لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ، لَاسْتَهَمُوا؛ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ، لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ؛ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا»). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر لوگ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے [1] پھر بغیر قرعہ ڈالے اسے نہ پاسکیں تو قرعہ ہی ڈالیں [2] اور اگر جانتے کہ دوپہری کی نماز میں کیا ثواب ہے تو اس کی طرف دوڑ کر آتے [3] اور اگر جانتے کہ عشاء اور فجر میں کیا ثواب ہے تو ان میں گھسٹتے ہوئے بھی پہنچتے [4] (مسلم، بخاری)

شرح

[1] اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے، لیکن اس کے باوجود کماحقہ بیان نہیں ہوسکے، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصًا امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہوسکتی۔

[2] یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب۔

[3] یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے، مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصًا جمعہ کے دن۔

[4] یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو چوتڑوں کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔

عنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: "إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے مروی ہے، ان سے ان کے والد نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تم بکریوں کو اور جنگل کو پسند کرتے ہو۔

بَادِيَتِكَ، فَأَذَّنْتَ لِلصَّلَاةِ، فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."	پس جب تم اپنی بکریوں میں یا جنگل میں ہو اور نماز کے لیے اذان دو تو بلند آواز کے ساتھ دو کیونکہ مؤذن کی آواز جہاں تک بھی پہنچے گی اور اسے جن و انس اور دوسری جو چیزیں بھی سنیں گی وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: «إِذا نُودي للصَّلَاة أدبر الشَّيْطَان وَله ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قَضَى التَّثْوِيبَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرجل لَا يدْرِي كم صلى»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی اذان دی جاتی ہے [1] تو شیطان گوز مارتا بھاگتا ہے حتی کہ اذان نہ سنے [2] پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے حتی کہ جب نماز کی تثویب کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے [3] جب تثویب ختم ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے تاکہ انسان کے دل میں وسوسے ڈالے کہتا ہے فلاں فلاں چیزیں یاد کر [4] وہ چیزیں جو اسے یاد نہ تھیں یہاں تک کہ آدمی نہیں جانتا کہ کتنی رکعت پڑھیں [5] (مسلم، بخاری)

شرح

۱ خواہ نماز میں بلانے کے لیے دی جائے یا کسی اور مقصد کے لئے، جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ۔ لِلصَّلٰوۃ اس لیے فرمایا تاکہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے۔

۲ یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اور اذان میں دفع شیطان کی تاثیر ہے اسی لیے طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وباء جنات کے اثر سے ہے۔ بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے۔ دفن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اور شیطان کے بہکانے کا وقت ہے، اس کی برکت سے شیطان بھاگے گا، نیز میت کے دل کو سکون ہوگا، نئے گھر میں دل لگ جائے گا، نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھو۔ گوز مارنے سے مراد اس کی انتہائی ذلت اور خوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہوا ہی بھاگا کرتا ہے۔

۳ تثویب سے مراد اقامت یعنی تکبیر ہے اس میں بھی اذان کی طرح اثر ہے۔

۴؎ چیزوں سے مراد نماز سے غیر متعلق خیالات ہیں، تجربہ ہے کہ نماز میں وہ باتیں یاد آتی ہیں جو نماز کے باہر یاد نہیں آتیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے شیطان کو انسانوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی قدرت دی ہے انسانوں کی آزمائش کے لئے، کتنی ہی کوشش کی جائے مگر ان وسوسوں سے کلی نجات نہیں ملتی۔چاہیئے کہ وسوسوں کی پرواہ نہ کرے نماز پڑھتا رہے، مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے۔

۵؎ مسئلۂ فقہی یہ ہے کہ اگر پہلی بار یہ واقعہ پیش آئے تو نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر آتا رہتا ہو تو کم رکعتوں کا لحاظ کرے، مثلًا اگر شبہ ہو گیا کہ چار پڑھیں یا تین تو تین مانے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی افضل سے مفضول کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔دیکھو نماز، تلاوت قرآن اور رکوع اور سجود سے شیطان نہیں بھاگتا۔بھاگتا ہے تو اذان سے حالانکہ اذان سے نماز افضل ہے، حضور فرماتے ہیں کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے حالانکہ ابو بکر صدیق افضل ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُونَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شیطان جب نماز کی اذان سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے۱؎ حتی کہ مقام روحاء تک پہنچ جاتا ہے۲؎ راوی نے فرمایا کہ روحاء مکہ مدینہ سے چھتیس میل ہے ۳؎(مسلم)

شرح

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے جو جنات کا مورث اعلٰی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرین شیطان ہو جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے یا سارے شیاطین۔

۲؎ یعنی نمازی سے اتنی دور بھاگ جاتا ہے جتنا مدینہ سے روحاء۔

۳؎ راوی سے مراد ابوسفیان طلحہ ابن نافع مکی ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ روحاء مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب ۳۶ میل یعنی ۱۲ کوس ہے، اس سے شیطان کی قوت رفتار معلوم ہوئی کہ وہ پل بھر میں ۳۶ میل جا آسکتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ آتشی ہے۔آگ کی رفتار اگر دیکھنا ہو تو آج بجلی کی رفتار دیکھ لو، جب نار کی یہ رفتار ہے تو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام نوری لوگوں کی رفتار کا کیا پوچھنا، قرآن کریم فرمارہا ہے کہ بنی اسرائیل کے ولی آصف برخیا پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے بلقیس کا تخت شام میں لے آئے، معراج کی رات سارے نبیوں نے بیت المقدس میں حضور کے پیچھے نماز پڑھی، حضور برق رفتار براق پر سوار ہو کر پل بھر میں آسمانوں پر پہنچے، تو یہ انبیاء پہلے پہنچ کر وہاں استقبال کے لیے حاضر تھے۔اس کی پوری بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھو۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: («الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا	روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اذان دینے والے لوگ قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۱؎ (مسلم)

يَوْمَ الْقِيَامَةِ»). رَوَاهُ مُسْلِمٌ.	

۱ یعنی گردن فراز اور سر بلند ہوں گے، یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر، یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بد زیبی ہے۔ بعض مفسرین نے اعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے، بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم، یعنی مؤذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے، دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَهُوَ فِي مَسِيرٍ لَهُ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَى الْفِطْرَةِ» قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: «خَرَجَ مِنَ النَّارِ»، فَاسْتَبَقَ الْقَوْمَ إِلَى الرَّجُلِ، فَإِذَا رَاعِي غَنَمٍ حَضَرَتْهُ الصَّلَاةُ فَقَامَ يُؤَذِّنُ	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے سنا، رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے، وہ شخص "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کہہ رہا تھا (یعنی ویرانے میں اذان دے رہا تھا) تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: یہ فطرت پر ہے، اس شخص نے کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ، سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: یہ آگ سے نکل گیا، تو لوگ جلدی سے اس شخص کی طرف نکلے تو وہ بکریوں کا ایک چرواہا تھا جس کی نماز کا وقت ہو گیا تھا وہ کھڑے ہو کر اذان دے رہا تھا۔

الترغيب فی اجابة الاذان وبماذا يجيبه، ومايقول بعد الاذان

اذان کے جواب دینے کی ترغیب اور کن الفاظ کے ساتھ اذان کا جواب دے، اور اذان کے بعد کیا کہے؟

عن ابي سعيد الخدری رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ: "إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: («إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِيَ	روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے۱ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۲ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک جگہ ہے جو اللہ کے بندوں

الْوَسِيلَةَ ; فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ. فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ»). رَوَاهُ مُسْلِمٌ.	میں سے ایک ہی کے لائق ہے مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں [۳] تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے [۴] (مسلم)

شرح

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" بھی "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" بھی اور "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم" بھی۔ اگلی حدیث میں آرہاہے کہ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" پر لَاحَوْل پڑھے۔ چاہیئے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے۔

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے، بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں، ان کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے، بلاوجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔

[۳] خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں، چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے، اس لیے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ "امید کرتا ہوں" تواضع اور انکساری کے لئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کے لئے نامزد ہوچکی ہے۔ (مرقاۃ و اشعہ) ہمارا حضور کے لیے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان ومال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے، ہم بھکاری ہیں، حضور داتا، انہیں دعائیں دینا، مانگنے، کھانے کا ڈھنگ ہے۔

[۴] یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کروں گا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے، ورنہ حضور ہر مؤمن کے شفیع ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد سوم میں دیکھو۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: («إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ ; فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ; قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ; قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ; قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا	روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے اشھدان لاالہ الااللہ یہ بھی کہے اشھدان لا الہ الااللہ پھر مؤذن کہے اشھدان محمدا رسول اللہ یہ بھی کہے اشھدان محمدا رسول اللہ پھر مؤذن کہے حی علی الصلوۃ یہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح یہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ [۱] پھر

بِاللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ; قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ ; قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ ; قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ» . رَوَاهُ مُسْلِمٌ	مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ بھی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے لاالہ الااللہ تو یہ صدق دل سے کہے لاالہ الااللہ جنت میں جائے گا۲؎(مسلم)

شرح

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ مؤذن سے مراد نماز کے لیے اذان دینے والا ہے کیونکہ دوسری اذانوں کا جواب دینا سنت سے ثابت نہیں۔اَحَدُکُمْ سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جو جواب اذان دینے پر قادر ہو،لہذا اس سے نماز پڑھنے والا،استنجا کرنے والا وغیرہ علیحدہ ہیں۔بہتر یہ ہے کہ جواب دینے والا "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ،حَیَّ عَلَی الفَلَاحْ" بھی کہے اور لاحول بھی پڑھے تاکہ اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور گزشتہ پر بھی۔اس وقت لاحول پڑھنا اس لیے ہے تاکہ شیطان دور رہے اور نماز کی حاضری آسان ہو۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ مِن قلبہٖ کا تعلق سارے جواب سے ہے،یعنی اذان کا پورا جواب سچے دل سے دے کیونکہ بغیر اخلاص کوئی عبادت قبول نہیں۔اگر جنت سے وہی جنت مراد ہے جو قیامت کے بعد ملے گی تو دَخَلَ بمعنی مستقبل ہے اور اگر جنت سے مراد دنیا کی جنت ہے،یعنی عبادات کی توفیق،اچھی زندگی تو دَخَلَ ماضی کے معنی میں ہے،رب فرماتا ہے:"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ"یعنی اللہ سے ڈرنے والے کے لئے دو جنتیں ہیں:ایک دنیا میں،ایک آخرت میں۔(مرقاۃ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيّ	روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان سنتے وقت یہ کہا کرے یا اللہ اس عام دعوت اور کامل نماز کے رب محمد مصطفٰی کو وسیلہ اور بزرگی دے اور انہیں اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا۱؎ تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو گی ۲؎(بخاری)

شرح

۱؎ خیال رہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام کا نام "وسیلہ" ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام "مقام محمود" ہے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولہا بنائے جائیں گے،سارے اولین وآخرین،کفار ومؤمنین،انبیاء ومرسلین،بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال ووہم سے وراء ہیں،وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا،اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم "شفاعت کبریٰ" فرمائیں گے اور یہیں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر "دروازۂ شفاعت" کھلے گا۔

۲؎ یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ وخاصہ کا مستحق ہوگا۔مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے،لہٰذا مصیبت زدہ کو چاہیئے کہ اس وقت دعا مانگا کرے اسی لیے مسلمان اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں "وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ" خدایا ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ ذَنبه» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مؤذن کو سن کر یہ کہہ لیا کرے کہ میں گواہ ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یقینًا محمد مصطفٰے اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں اللہ کی ربوبیت محمد مصطفٰے کی رسالت اور دین اسلام سے راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۱؎ (مسلم)

شرح

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی،جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا۔

الترهيب من الخروج من المسجد بعد الاذان لغير عذر

اذان کے بعد مسجد سے بغیر عذر نکلنے سے ڈرانا

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال:خرج رجل بعد ما اذن المؤذن فقال:أَمَّا هَذَا فَقَدَ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم ثم قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مؤذن کے اذان دینے کے بعد جب ایک شخص مسجد سے نکل کر جارہا ہے تو اس وقت فرمایا: کہ اس شخص نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ۱؎ (مسلم)

وَسَلَّمَ: " إِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَلَا يَخْرُجْ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُصَلِّيَ. رَوَاهُ أَحمد	پھر فرمایا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کی اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی نماز پڑھے بغیر نہ نکلے 2۔

شرح

1 کہ اسے مسجد میں ٹھہرنا اور جماعت میں شریک ہونا چاہیئے تھا۔ یہاں یہ شخص ان عذروں کے بغیر گیا ہوگا جو پہلے عرض کئے گئے اس لیے آپ نے یہ فرمایا۔

2 اس کی شرح آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔ یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو اور بلا عذر مسجد سے جائے واپسی کا ارادہ نہ ہو لہٰذا جو نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہے، پھر اذان ہوئی وہ مسجد سے جاسکتا ہے، ایسے ہی اذان کے بعد استنجاء وغیرہ کرنے پھر لوٹنے کے ارادے سے جاسکتا ہے، ایسے ہی اگر یہ دوسری مسجد کا امام یا جماعت کا منتظم ہو۔

الترغيب في بناء المساجد في الامكنة المحتاجة اليها

ضرورت کی جگہوں میں مساجد بنانے کی ترغیب

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انه قَالَ: حين بنى مسجد رسول الله ﷺ انكم اكثرکم علی وانی سمعت رسول الله ﷺ «مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا يبتغی به وجه اللهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ» وفی رواية" بنی الله مثله فی الجنة	سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو بنایا تو لوگوں نے برا سمجھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ پر بہت زیادتی کی۔ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے": جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے "اور اصل راوی حدیث بکیر کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ" حصول رضاء الٰہی کے لیے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔1 "اور ایک روایت میں ہے" ویسا ہی ایک گھر جنت میں بنائے گا۔"

شرح

1 یعنی مسجد بنانے والے کے لئے جنت میں ایسا گھر بنایا جائے گا جو وہاں دوسرے مکانوں سے ایسا افضل ہوگا جیسے مسجد دنیا کے دوسروں گھروں سے، ورنہ جنت کے گھروں کو یہاں کی عمارات سے کیا نسبت۔ خیال رہے کہ پوری مسجد بنانا اور تعمیر مسجد میں چندہ دینا دونوں کے لئے یہی بشارت ہے بشرطیکہ ریاء کے لئے نہ ہو اللہ کے لئے ہو، اسی لئے علماء مسجد پر اپنا نام لکھنے کو منع کرتے ہیں کہ اس میں ریاء کا شائبہ ہے، ہاں

اگر طلب دعا کے لئے ہوتو حرج نہیں۔(مرقاۃ)اسی حدیث کی بناء پر صحابہ کرام اوراسلامی بادشاہوں نے اپنی یادگاروں میں مسجدیں چھوڑیں، مسجد بڑی ہو یا چھوٹی، کچی ہو یا پکی ثواب بقدر اخلاص ہے۔

الترغيب فی تنظيف المساجد وتطهيرها

مساجد کی صفائی ستھرائی کی ترغیب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا فَقيل له انها ماتت: قَالَ: «أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي؟». فاتى قبرها فصلى عَلَيْهَا.	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تواس عورت کے متعلق پوچھا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہوگئی فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ای آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لاکر اس پر نماز پڑھی

الترهيب من البصاق فی المسجد والی القبلة ومن انشاد الضالة فيه وغير ذالك

مسجد میں اور قبلہ کی طرف تھوکنے اور مسجد میں گمشدہ شئ تلاش کرنے وغیرہ سے ڈرانا

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: بينما رسول الله صلي الله عليه وسلم يخطب يوما اذ راي نخامة في قبلة المسجد،فتغيظ علي الناس،ثم حكها،قال ،احسبه،قال فدعا بزعفران فلطخه به،وقال ان الله قبل احد وجهكم اذا صلي فلا يبصق بين يديه	حضرت ابن عمر رضي الله عنهما سے مروي ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اچانک آپ کی نظر مسجد میں قبلہ کی جانب بلغم پر پڑگئی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ لوگ سے غصہ ہوئے ،پھر آپ ﷺ نے اس رگڑ کر دور کردیا، فرماتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ راوی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زعفران منگوا کر اس مل دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالی تم میں سے کوئی ایک کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے اذا نماز پڑھے تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: («الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا») . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.	روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے ا۔(مسلم، بخاری)

شرح

۱ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں، مصلّوں پر ہر گز نہ تھوکے کیونکہ وہاں اسے دفن نہ کر سکے گا۔ یہ ان مسجدوں کے لیے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقعہ پر جب کہ نماز میں کھنکار آجائے اور باہر جانے کا موقعہ نہ ہو، بلاوجہ وہاں تھوکنا منع اور اہانت کے لیے وہاں تھوکنا کفر ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: («مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ ; فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ. فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا») . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گمی چیز ڈھونڈتے سنے ۱ تو کہہ دے خدا تجھے وہ چیز واپس نہ دے کہ مسجدیں اس لیئے نہیں بنی ہیں ۲ (مسلم)

شرح

۱ چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھ لینا ممنوع نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے۔

۲ یعنی مسجدیں دنیاوی باتیں کرنے، شور مچانے کے لئے نہیں بنیں، یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس شور مچانے والے کو سنا کر کہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا دیگر قسم کی دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔ بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر مدد ہے، حضرت علی مرتضٰی نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالبًا مسجد سے باہر ہوگا یا آپ مسجد کی علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح، دینی وعظ، نعت خوانی، قاضیٔ اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں، لہذا مسجد میں جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں، البتہ جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہو رہی ہو یہ کام نہ کئے جاویں تاکہ نماز میں حرج نہ ہو بعد میں کئے جاویں۔

عَنْ بُرَيْدَةَ، أَنَّ رَجُلًا، نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الأَحْمَرِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا وَجَدْتَ، إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ."	سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں پکارا اور کہا: سرخ اونٹ کی طرف کس نے پکارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : اللہ کرے تجھے نہ ملے، مسجدیں تو جن کاموں لئے بنی ہیں ان ہی کے لئے بنی ہیں۔"

الترغيب في المشي الي المساجد سيما في الظلم وما جاء في فضلها

مساجد کی طرف چلنے کی ترغیب خصوصا اندھیرے میں اور جو احادیث اس کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئیں

روایت ہے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کی باجماعت نماز اس کے گھر یا بازار کی نماز پر پچیس گناہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۱؎ اور یہ اس لیئے ہے کہ جب وہ وضو کرے تو اچھی طرح کرے پھر مسجد کی طرف چلے ۲؎ بجز نماز اور کوئی چیز اسے نہ لے جائے جو قدم بھی ڈالے گا اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا ۳؎ پھر جب نماز پڑھے گا تو جب تک اپنی نماز کی جگہ میں رہے گا ملائکہ اسے دعائیں دیتے رہیں گے یا اللہ اسے بخش دے، خدایا اس پر رحم کر ۴؎ اور جب تک تم میں کا کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی میں رہتا ہے ایک روایت میں ہے کہ "الٰہی اسے بخش دے۔الٰہی اس کی توبہ قبول فرما جب تک کہ وہاں وہ ایذا نہ دے اور وضو نہ توڑے ۶؎ (مسلم، بخاری)	عَنْ ابی ھریرۃ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ الله ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ»وفی روایة. " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ. مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ

شرح

۱؎ یہاں بازار سے مراد دکان ہے نہ کہ بازار کی مسجد، بعض مسجدوں میں ۲۵ کا ثواب ہے، بعض میں ۲۷ کا، بعض میں ۵۰۰ کا، جیسی مسجد ہو، جیسی جماعت، جیسا امام ویسا ثواب، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں جو کوئی اپنے گھر میں جماعت کرالے وہ بھی مسجد کے ثواب سے محروم ہے۔

۲؎ معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کرکے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضوا فضل۔بعض لوگ بیمار پرسی کرنے باوضو جاتے ہیں۔

۳؎ یہ گنہگاروں کے لیے ہے۔نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔

۴؎ غالبًا یہاں صلوۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت،اور بہت سی توجیہیں ہوسکتی ہیں۔

۶؎ یعنی فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں،اور وہاں ریح نہ نکالے۔خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے،معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں مسجد کے ارد گرد کچھ مکانات خالی ہوئے تو بنو سلمہ نے چاہا۱؎ کہ مسجد کے قریب آن بسیں ۲؎ یہ	وَعَن جَابر قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو

سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: «بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ» . قَالُوا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ. فَقَالَ: «يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُم دِيَارَكُمْ تكْتب آثَارُكم» . رَوَاهُ مُسلم وفی روایة له بمعناه و فی آخره :ان لکم بکل خطوة درجة	خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب آن بسنا چاہتے ہو وہ بولے ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ارادہ تو کیا ہے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں۳؎ (مسلم) مسلم ایک اور روایت میں اسی معنی کی حدیث ہے اور اس کے آخر میں ہے : بے شک تمہارے لیے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ ہے

شرح

۱؎ یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے۔

۲؎ یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنالیں،بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلّہ خالی کردینا گوارا کرلیا۔

۳؎ تمہارے نامۂ اعمال میں ثواب کے لیے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا،واعظین اس پر وعظ کریں گے،جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے،ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کے لئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کے لئے آئے گا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے،لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے یعنی غافلوں کے لیے دوری گھر نحوست ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ان أَعْظَمَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أجرا من الَّذِي يُصَلِّي ثمَّ ينَام»	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں نماز کا ثواب پانے والا وہ ہے جس کا راستہ دراز ہو پھر وہ جس کا راستہ دراز ہو۱؎ اور جو نماز کا انتظار کرے حتی کہ امام کے ساتھ پڑھے اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھے پھر سوجائے۲؎ (مسلم،بخاری)

شرح

۱ یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو، پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر قدم ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے، ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بد عقیدہ ہے تو اور جگہ جاسکتا ہے۔

۲ خواہ اکیلے نماز پڑھ کر، خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت اول کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے، ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہو تو اکیلا ہی پڑھ لے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ، قَالَ: " كَانَ رَجُلٌ، لَا أَعْلَمُ رَجُلًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: أَوْ قُلْتُ لَهُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ ، وَفِي الرَّمْضَاءِ؟ قَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوعِي، إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ كُلَّهُ." وفى رواية: : فَتَوَجَّعْنَا لَهُ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا فُلَانُ، لَوْ أَنَّكَ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا يَقِيكَ مِنَ الرَّمْضَاءِ ، وَيَقِيكَ مِنْ هَوَامِّ الْأَرْضِ، قَالَ: أَمَ وَاللَّهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ بَيْتِي مُطَنَّبٌ بِبَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَحَمَلْتُ بِهِ حِمْلًا ، حَتَّى أَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَخْبَرْتُهُ، قَالَ: فَدَعَاهُ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ وَذَكَرَ لَهُ: أَنَّهُ يَرْجُو فِي أَثَرِهِ الْأَجْرَ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ."	سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص تھا کہ اس کے مکان سے زیادہ کسی کا مکان مسجد سے دور نہ تھا اور کبھی کوئی جماعت اس کی نہ جاتی تو اس سے کہا گیا یا میں نے کہا: تم اگر ایک گدھا خرید لو کہ اس پر سوار ہو کر آیا کرو اندھیری اور دھوپ میں تو اچھا ہو۔ اس نے کہا: میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا گھر مسجد کے بازو میں ہو، اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قدم مسجد کی طرف لکھے جائیں اور میرا لوٹنا بھی جب میں گھر کو لوٹوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": اللہ تعالیٰ نے ان سب کا ثواب تمہارے لئے اکھٹا کیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: ہم لوگوں کو ان پر ترس آیا اور میں نے ان سے کہا کہ کاش تم ایک گدھا خرید لو کہ تمہیں گرمی سے اور راہ کے کیڑے مکوڑوں سے بچائے۔ انہوں نے کہا: سنو! قسم ہے اللہ کی کہ میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے متصل ہو۔ اور مجھ پر اس کی یہ بات بہت بار اور گراں گزری اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ کہا جو مجھ سے کہا تھا اور ذکر کیا کہ میں اپنے قدموں کا اجر چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : بے شک تم کو اجر ہے جس کے تم امیدوار ہو۔"

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ: كُلَّ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج

يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِينُ [594] الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ والكلمة الطّيبَة صَدَقَة وكل خطْوَة تخطوها إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَة"	چمکے اس پر صدقہ ہے۱؎ دو کے درمیان انصاف کردے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اس کے گھوڑے پر مدد کردے کہ اس پر اسے سوار کردے یا اس پر اس کا سامان چڑھادے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے۲؎ اور ہر وہ قدم جس سے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے ۳؎ اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دے صدقہ ہے ۴؎(مسلم،بخاری)

شرح

۱؎ سُلامی س کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنے ہیں عضو،ہڈی اور جوڑ یہاں تیسرے معنے مراد ہیں۔انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیساکہ اگلی حدیث میں ہے اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا۔صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔یہاں بھی علیٰ لغوی لزوم کے لیے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقًا دیانۃً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو،سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے۔

۲؎ یعنی تہذیب اخلاق،تدبیر منزل،سیاست مدنی،لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں،ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔

۳؎ مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالًا ہے ورنہ طواف،بیمار پرسی،جنازہ میں شرکت،علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے قدم ڈالنا صدقہ ہے۔

۴؎ یعنی رستہ سے کانٹا،ہڈی،اینٹ،پتھر،گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں

عربی	اردو
وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ " قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فذلكم الرِّبَاط»	مٹادے درجے بلند کردے[1] لوگوں نے عرض کیاہاں یارسول اللہ [2] فرمایا وضوء پورا کرنا مشقتوں میں[3] مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا[4] نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا[5] یہ ہے سرحد کی حفاظت[6] اور مالک ابن انس کی حدیث میں ہے کہ یہ سرحد کی حفاظت،یہ ہے سرحد کی حفاظت دوبارا سے مسلم نے روایت کیا ترمذی کی روایت میں تین بار ہے۔

شرح

[1] خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کبیرہ نہ حقوق العباد۔ محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامۂ اعمال سے ایسا مٹادینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے۔

[2] یہ سوال وجواب اس لیئے ہے کہ تاکہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے ورنہ حضور کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں۔

[3] پورے کرنے سے اعضائے وضو کامل دھونا،اور تین بار دھونا،اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔مشقت سے مراد سردی، یا بیماری، یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے، یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۔

[4] یا اسی لئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا، نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جاکر نماز پڑھے۔

[5] یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر، یا اس طرح کہ جسم گھر میں، یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو۔

[6] رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رُباط ہے۔رباط بڑی عبادت ہے، رب فرماتا ہے: "وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا" حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباطے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت۔

عربی	اردو
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ»	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جائے جب کبھی صبح یا شام جائیگا اللہ اس کے لیئے جنت کی مہمانی کا سامان بنائیگا[1] (مسلم، بخاری)

شرح

۱؎ صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے، یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نُزل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے، چونکہ وہ پر تکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق، اس لئے جنتی کھانے کو نُزُل فرمایا گیا، ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى الله أسواقها». رَوَاهُ مُسلم	روایت حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبادیوں میں رب کو پیاری جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ وہاں کے بازار ہیں۱؎ (مسلم)

شرح

۱؎ کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کے لیے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جھوٹ، فریب، غیبت وغیرہ، اگرچہ کبھی مسجدوں میں بھی جوتی چور اور بازاروں میں بھی اولیاء اللہ چلے جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونا کہ جن کا جسم بازار میں اور دل مسجد میں ہے، ان میں سے نہ ہو جن کا جسم مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے تو گلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو پیارے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ ہٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ" اور فرماتا ہے: "لَاۤ اُقْسِمُ بِہٰذَا الْبَلَدِ"۔ کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگریاں ہیں۔

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم ‏ ‏ ‏ اس کف پاء کی حرمت پہ لاکھوں سلام

الترغیب فی لزوم المساجد والجلوس فیھا

مساجد کے لزوم اور ان میں بیٹھنے کی ترغیب

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَبْعَة يظلهم الله تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ ورجل قلبه مُعَلّق بِالْمَسْجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ورجل دَعَتْهُ امْرَأَة ذَات منصب وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ	روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات شخص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا۱؎ جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا عادل بادشاہ ۲؎ وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے ۳؎ وہ شخص جس کا دل جب سے کہ وہ مسجد سے نکلے مسجد میں لگا رہے حتی کہ مسجد میں لوٹ آئے ۴؎ وہ دو شخص جو اللہ کے لیئے محبت کریں جمع ہوں تو اسی محبت پر اور جدا ہوں تو اسی پر ۵؎ اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ»	اس کی آنکھیں بہیں۶ اور وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت بلائے وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۷ اور وہ شخص جو چھپ کر خیرات کرے حتی کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے۸ (مسلم، بخاری)

شرح

۱ یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہیں۔

۲ یعنی وہ مؤمن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی، لہٰذا یہ قیامت میں رب تعالٰی کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا۔ عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں۔

۳ یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے، چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے، اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے۔

در جوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است　　　　وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مؤمن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں، اسی لیے نماز کے بعد بلاوجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں۔ خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ، اور جب باہر رہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں۔

۵ کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور۔ جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں، بے دین اور بد عمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　　　فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

یونہی گہرے دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن سے تقوے پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے۔

۶ یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے، تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے۔

ے یعنی خود ایسی عورت اس سے بد فعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقعہ پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے اسی لئے رب تعالٰی نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی اللہ نصیب کرے۔خیال رہے کہ ایسے نازک موقعہ پر عورت سے یہ کہہ دینا ریاء نہیں تبلیغ ہے،یعنی میں رب تعالٰی سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر۔

۸ یہاں صدقۂ نفلی مراد ہے صدقۂ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقہ نفل علانیہ دینا مستحب ہے،لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِی"۔

الترهيب من اتيان المسجد لمن اكل بصلا اوثوما اوكُرّاثا اوفُجلا ونحوذلك مماله رائحة كريهة

جو پیاز، لہسن، گُراث (ایک تیز بو والی سبزی جو پیاز اور لہسن کے مشابہ ہے)، مولی اور ان کی طرح بدبودار چیزیں کھائے اس کو مسجد میں آنے سے ڈرانا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا"۔	ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر کہا تھا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے ہوئے ہو اسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے،
و رواية لهما: فلا ياتين المساجد۔	بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں: فلا یاتین المساجد کے لفظ ہیں
وعن انس رضی الله عنه قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا أَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔
عن جابر رضی الله عنه: قال: قال النبی ﷺ مَنْ أَكَلَ ثُومًا، أَوْ بَصَلًا، فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا، وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ	حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ ہم سے جدا رہے یا ہماری مسجد سے جدا رہے اور اپنے گھر بیٹھے۔
وفی رواية لمسلم: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ، الثُّومِ، وَقَالَ مَرَّةً: "مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّومَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ،	مسلم کی ایک روایت میں ہے: جو شخص پیاز یا لہسن یا گندنا کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے اس لیے کہ فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے جن سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے "
وفی رواية: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ، وَالْكُرَّاثِ، فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا، فَقَالَ:	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع کیا۔ پھر ہم کو ضرورت ہوئی اور ہم نے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ الناس

جو اس بدبودار درخت سے کچھ کھائے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے ۱؎ کیونکہ فرشتے بھی اس سے ایذا پاتے ہیں جس سے انسان ایذا پاتے ہیں ۲؎ (مسلم، بخاری)

عن عمر بن خطاب رضی الله عنه انه خطب یوم الجمعة فقال فی خطبته: ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ، لَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ هَذَا، الْبَصَلَ، وَالثُّومَ، لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ، أَمَرَ بِهِ، فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا".

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا، انہوں نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: پھر اے لوگو! میں دیکھتا ہوں تم دو درختوں کو کھاتے ہو میں ان کو ناپاک سمجھتا ہوں وہ کون؟ پیاز اور لہسن اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب ان دونوں کی بو کسی شخص میں سے آتی ہے تو آپصلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ نکالا جاتا مسجد سے بقیع کی طرف اب اگر کوئی ان کو کھائے تو خوب پکا کر

عَنْ ابی هریرة رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ: الثُّومِ، فَلَا يُؤْذِينَا بِهَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :جو اس پودے یعنی لہسن کو کھائے، وہ ہماری اس مسجد میں آ کر اس کے ذریعے ہمیں تکلیف نہ پہنچائے“۔

عن ابی ثعلبة رضی الله عنه انه غزا مع رسول الله ﷺ خیبر فوجدوا فی جنانها بصلا و ثوما فاکلوا منه وهم جیاع. فلما راح الناس الی المسجد، اذ ریح المسجد بصل و ثوم. فقال النبی ﷺ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْخَبِيثَةِ شَيْئًا، فَلَا يَقْرَبَنَّا

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوے میں تھے انہوں نے اس کے باغات میں پیاز اور لہسن پائے، انہوں نے ان میں سے کچھ کھا لیا، اس حال میں کہ وہ بھوکے تھے پس جب لوگ مسجد کی طرف گئے مسجد میں پیاز اور لہسن کی بو پھیل گئی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: جو اس خبیث درخت سے کچھ کھائے تو وہ ہمارے قریب ہرگز نہ آئے،

شرح

۱؎ یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے، لہٰذا حقہ پی کر، کچی مولی یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے، نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے، گندہ دہن کا حکم بھی یہی ہے۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی

اللہ علیہ وسلم کی ہیں، لہٰذا مَسْجِدُنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے۔اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔بعض روایات میں بجائے مَسْجِدُنَا کے اَلْمَسَاجِدُ ہے۔

۲؎ یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبُولے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذاء پائیں گے۔خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں،ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالٰی نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبودار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تاکہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچے۔

الترغیب فی الصلوات الخمس والمحافظة علیها والایمان بوجوبها

پانچوں نماز،اور ان پر محافظت کی ترغیب اور ان کے وجوب پر ایمان

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.	روایت ہے حضرت ابن عمر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا ۲؎ اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ۳؎ اور نماز قائم کرنا ۴؎ زکوۃ دینا اور حج کرنا ۵؎ اور رمضان کے روزے۔ (بخاری و مسلم)

شرح

۱؎ آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طوٰی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی،بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ تھے۔رضی اللہ عنہ۔(مرقاۃ وغیرہ)

۲؎ یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا،اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف،لہٰذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو،وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں،اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں،نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

۳؎ اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

۴؎ ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

۵؎ اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ھ سنہ میں، اور حج ۹ھ سنہ میں فرض ہوئے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم فأسند رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ: " الْإِسْلَامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ	روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے ۱؎ جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے ۲؎ اُن پر آثارِ سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی اُنہیں پہچانتا بھی نہ تھا ۳؎ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں شریف سے مَس کردیئے ۴؎ اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے ۵؎ اور عرض کیا اَے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتایئے ۶؎ فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۷؎ اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو اگر (وہاں تک پہنچ سکو) ۸؎

شرح

۱؎ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے، جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے۔ فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرسکتی ہے۔ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہٰذا یہ اواگون نہیں۔

۲؎ یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال و لباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے، کپڑے سفید (چٹے) ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں، لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آکر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کرسکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا، ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر میں کھانا، پینا، نکاح اس بشریت کے احکام تھے، روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی، بغیر کھائے پیئے عرصۂ دراز گزار لیتے تھے، آج صدہا سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر کھائے پیئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔

۳؎ یعنی وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے، حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۴؎ یعنی حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح ملکر مجھ سے کیوں بیٹھتے ہو۔

۵؎ جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے۔آج کل زائرین روضۂ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل یہ حدیث ہے۔حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھادیا اور بتادیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں،ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔

۶؎ اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے،کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے،یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے،باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لیے یہاں شہادۃ و اعمال کا ذکر ہوا۔خیال رہے کہ اب حضور کو صرف "یا محمد" کہہ کر پکارنا حرام ہے،رب فرماتا ہے:"لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ "الخ۔واقعہ غالبًا اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔(مرقاۃ)

۷؎ کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا مان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں "الحمد" پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ فاتحہ لہذا اس حدیث کی بناپر اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی،چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے۔

۸؎ اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب ہے اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز،روزہ،حج وغیرہ اعمال فرض نہیں،رب فرماتا ہے:"وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ"۔خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے،یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے،تارکِ اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں۔

وَعَنْ ابی هریرة رضی الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ: "فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا» ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.	روایت ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو کہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے کیا کچھ میل رہے گا لوگوں نے عرض کیا کہ بالکل میل نہ رہے گا فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ ان کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے۱؎ (مسلم،بخاری)

شرح

۱؎ یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں،کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔خیال رہے کہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے دو وجہ سے:ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں،نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کردیتا ہے،یوں ہی نماز

ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میل دل کے لیے پانی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: " الصَّلَاةُ الْخَمْسُ ، وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ . "	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : پانچوں نمازیں اور جمعہ، جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں، جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے۔“

عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ، كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ " ،	سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : پانچوں نمازوں کی مثال گہری بہتی نہر کی مانند ہے جو کسی کے دروازہ پر ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ بار نہاتا ہو۔ “حسن نے کہا کہ اس پر کچھ میل باقی نہ رہے گی۔

عن عثمان حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، عِنْدَ انْصِرَافِنَا مِنْ صَلَاتِنَا هَذِهِ ، قَالَ مِسْعَرٌ : أُرَاهَا الْعَصْرَ ، فَقَالَ : مَا أَدْرِي أُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ ، أَوْ أَسْكُتُ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ ، فَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : " مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ ، فَيُتِمُّ الطُّهُورَ الَّذِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ ، فَيُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ ، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِمَا بَيْنَهَا .	سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان کی۔ جب ہم اس نماز سے فارغ ہوئے مسعر نے کہا۔) جو اس حدیث کا راوی ہے (میں سمجھتا ہوں وہ عصر کی نماز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : میں نہیں جانتا تم سے اس ایک حدیث بیان کروں یا چپ رہوں۔ “ہم نے کہا: یارسول اللہ! اگر بہتری کی بات ہو تو بیان کیجئے اور جو بہتر نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : جو مسلمان طہارت کرے پھر پوری طہارت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے اس کے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو ان نمازوں کے بیچ میں کرے گا۔“

وفی روایة ان عثمان قَالَ: وَاللَّهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا، وَاللَّهِ لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ، فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ، ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلَاةَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا"،	سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: قسم اللہ کی! میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں۔ اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں اس حدیث کو تم سے بیان نہ کرتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے" :جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز کے بعد سے دوسری نماز تک ہوں گے۔"

کتاب قراءة القرآن

الترغيب فی قراءة القرآن فی الصلاة وغيرها وفضل تعلمه وتعليمه والترغيب فی سجود التلاوة

نماز اور نماز کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت کی ترغیب اور اس کے سیکھنے سکھانے کی کی فضیلت، اور سجود تلاوت کی ترغیب

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نسبه» . رَوَاهُ مُسلم	ور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے نہیں جمع ہوئی ۶ مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں ۷ اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے ۸ جسے عمل پیچھے کردے اسے نسب نہیں بڑھاسکتا ۹ (مسلم)

شرح

۵ یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لیئے عالم کے گھر جائے۔ سفر کرکے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا، مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا، قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا بہت ثواب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کرکے گئے، حضرت جابر ایک حدیث کے لیئے ایک ماہ کا سفر طے کرکے عبداللہ ابن قیس کے پاس پہنچے۔ (مرقاۃ)

۶ یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں، جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلاضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت۔ تجوید احکام سیکھنا ہیں لہٰذا اس میں صرف، نحو، فقہ حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، اسی لیئے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا۔

۷ سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے، کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے، اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے۔ فرشتوں سے سیّاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر

وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل کر ذکر کرنا افضل ہے،جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول۔

۸؎ یعنی فرشتوں کی جماعت۔اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے رب بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے،جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔قرآن کریم فرماتا ہے: "فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ"اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے،بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے۔

۹؎ یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلّوں کو جگہ تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔مقصد یہ کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہوجائیں،یہ منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز نہیں اس کی تحقیق ہمارے رسالہ "الکلام القبول فی طہارت نسب الرسول" میں دیکھو مؤمن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے گا۔تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں،رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا:"اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ"بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء ہیں لہذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْم إِلَى بطحان أَو إِلَى العقيق فَيَأْتِي مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ إِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رحم» فَقُلْنَا يَا رَسُول الله نُحِبُّ ذَلِكَ قَالَ: «أَفَلَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ الله عز وَجل خير لَهُ من نَاقَة أَو نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَأَرْبَعٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ» . رَوَاهُ مُسلم	روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم صفہ میں تھے۱؎ فرمایا تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ ہر صبح بطحان یا عقیق کی طرف نکل جایا کرے اور بغیر گناہ کئے بغیر رشتہ توڑے دو اونچی اونٹنیاں لے آیا کرے۲؎ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم سب چاہتے ہیں۳؎ فرمایا تو تم میں سے ہر شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جایا کرے وہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے۴؎ یہ دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار چار سے اور اسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں۵؎ (مسلم)

شرح

۱؎ صفہ کے معنی ہیں چبوترہ (تھڑا) مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترا بنادیا گیا تھا جہاں مہمان اترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقراء صحابہ وہاں مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے انہیں کی سی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیاء کہتے ہیں،یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی دو سو سے زیادہ گویا یہ مدرسہ نبوی تھا عقبہ ابن عامر اور ابوہریرہ بھی انہی میں سے تھے۔

۲؎ یعنی تھوڑی دور جاکر تھوڑی سی دیر میں بہت سا حلال مال لے آوے عرب میں اونٹنی بڑا عزیز مال تھا عقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور زیادہ فروخت ہوتے ہیں بطحان مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے بطح بمعنی وسعت یا پتھریلا علاقہ۔

۳؎ یعنی یارسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں۔خیال رہے کہ وہ حضرات اگرچہ تارک دنیا تھے مگر دین کے لیے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کے لیے ہو تو عین دین ہے اور اگر طین (مٹی گارے) کے لیے ہو تو دنیا ہے یعنی دنی چیز لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ لوگ تومحبِ دنیا نہ تھے پھر یہ جواب کیوں دیا۔

۴؎ یہ گفتگو صرف صفہ والے اصحاب سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد ہی میں رہتے تھے،بلکہ تاقیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کرلیا کرو۔اس سے معلوم ہوا کہ دینی مدرسے مسجد میں ہونا بہتر ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھا،نیز معلوم ہوا کہ صبح سویرے علم قرآن حاصل کرنا افضل و صبح کے کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء بلاتامل طلباء کو علم سکھایا کریں۔

۵؎ یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ یا سات آیتیں اسی قدر اونٹوں سے افضل عرب میں ابل مطلقًا اونٹ کو کہتے ہیں نر ہو یا مادہ اور جمل نر اونٹ کو ناقہ مادہ کو جیسے انسان یا آدمی مطلقًا انسان کو کہتے ہیں اور رجل مرد کو امراۃ عورت کو۔خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھانا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنی ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے،لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا یا یہ تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کے لیے ہے جنہیں اونٹ بہت مرغوب ہے جیسے میٹھی نیند سونے والوں کو سمجھانے کے لیے فجر کی اذان میں کہتے ہیں "الصلوۃ خیر من النوم" نماز اس نیند سے بہتر ہے حالانکہ نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مثل الْمُؤمن الَّذِي يقْرَأ الْقُرْآن كَمثل الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طِيبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يقْرَأ الْقُرْآن كَمثل التمرة لَا ريح لَهَا وطعمها	روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مؤمن کی مثال جو قرآن پڑھا کرتا ہے ترنج کی سی ہے ۱؎ جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اعلیٰ ۲؎ اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا چھوارے کی سی ہے جس میں

عربي	اردو
حلو ومثل الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يقْرَأ الْقُرْآن مثل الريحانة رِيحهَا طيب وَطَعْمُهَا مَرٌّ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: «الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالْأُتْرُجَّةِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالتَّمْرَةِ» .	خوشبو کوئی نہیں مزا میٹھا ہے ۳؎ اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا،اندرائن (تمہ) کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں اور مزا کڑوا ۴؎ اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ریحان گھاس کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی اور مزہ کڑوا ۵؎ (مسلم،بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مؤمن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے ترنج کیطرح ہے ۶؎ اور وہ مؤمن جو قرآن پڑھے تو نہیں اس پر عمل کرے چھوارے کی طرح ہے ۷؎

شرح

۱؎ یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا، معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنے سمجھے یا نہ سمجھے،ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین،دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں۔

۲؎ یہ ہی اس مؤمن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں،قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے۔

۳؎ ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پالیتے ہیں مؤمن کی صحبت بھی اچھی ہے۔

۴؎ اندرائن ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے،منافق کا نہ ظاہر اچھا نہ باطن۔

۵؎ یعنی بے دین جو ریاء کے لیے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے قرآن پڑھے،اگرچہ خود تو بدمزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ نہ کچھ راحت ضرور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس (نیازبو) کہ ہے تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہوجاتا ہے۔
اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے انڈے پر " قل ھو اللہ "پڑھ کر دم کردیا تو سونا ہوگیا،اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہونی چاہیے دیکھو یہاں مؤمن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مؤمن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر۔ تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں،قرآن کریم ریڈیو کی پیٹی ہے،تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کیطرف لگی ہوئی ہے تو اس کے

سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔

۶۔ مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے ایک شاعر کہتا ہے۔

كانكم شجر الاترجّ طاب معا حملا ونورًا وطاب العود والورق

۷۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے، سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بے کار ہے قرآن عمل کے لیے ہے نہ کہ پڑھنے کے لیے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کے لیے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لیے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔

درخواست

جو بھی طلبہ اساتذہ، علما اس سے استفادہ کرے ناچیز مرتب کے لیے بے حساب مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔

طالب دعا:
محمد محمود خان نقشبندی تونسوی عفی عنہ
مدرس جامعۃ المدینہ، فیضان پیرپٹھان تونسہ شریف
03377649550